آثارِ علمیہ ادبیہ

نامۂ حالی

بنام سید سلیمان ندوی

پانی پت - ۱۳- دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

مولوی صاحب شفیق و مکرم دام فضلہم،

باعث تصدیع یہ ہے کہ ضلع آرہ سے ایک سوال خاکسار کے پاس پہنچا ہے جسمین لفظ تنکہ جو ہندوستان کے سلاطین کے دفاتر مین مستعمل تھا، اسکے متعلق بہت سی باتین دریافت کی ہین جنکا جواب جناب مخدومی مولانا شبلی صاحب بالقابہ کے سوا لکھنے والا کوئی نظر نہین آتا، لیکن چونکہ مولانا نہایت عدیم الفرصت ہین انکو اس کام کی تکلیف نہین دیجاسکتی مگر امید ہے کہ آپ مولانا کی امداد اور رہبری سے اور مولانا کے بیش قیمت کتبخانہ کے مدد سے اس مشکل کو باحسن وجوہ حل فرماسکینگے، مین تو نہ اس کام کا اہل ہون اور نہ میرے پاس وہ کتابین موجود ہین جن سے اس سوال کے جواب لکھنے مین مدد ملے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری صحت بھی دماغی کام کے کرنیکی اجازت نہین دیتی، سوال بہت دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ اسکا جواب رسالہ الندوہ مین شایع کیاجاے، اگر آپ ازراہِ عنایت اس تکلیف کے گوارا کرنیکی ہامی بھرین تو سوال مذکور جو بہت سے سوالات پر مشتمل ہے آپکی خدمت مین بھیجدون، زیادہ نیاز،

خاکسار

الطاف حسین حالی

مجلد دوم	ماہ ربیع الآخر سنہ ۳۶ھ مطابق فروری سنہ ۱۸ء	عدد ہشتم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

دسمبر ۲۶ء مین اُردو انسائیکلوپیڈیا کی جو تحریک میری اور مولوی عبدالماجد صاحب بی اے کی طرف سے ملک مین پیش کیگئی تھی اخبارات اور اہل قلم حضرات کی طرف سے اسکا جس گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا وہ نہایت حوصلہ افزا تھا، لیکن مالی اعانت اور خریدارون کے نام کا جب سوال آیا تو **عالمگیر زبان** کے بولنے والون مین سے ایک کی زبان سے بھی صداے ہمت بلند نہوئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا متوسط طبقہ گو ایک حد تک فرض شناس ہوگیا ہے، لیکن امرا کا طبقہ جسکی سرپرستی کے بغیر یہ کام انجام نہین پاسکتا، ابتک اپنے پہلے جمود پر قائم ہے، ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت نے ازخود اسکے لئے آمادگی ظاہر کی تھی، لیکن جب لکھنؤ کے اہل قلم کا ایک ممتاز وفد انکی خدمت مین حاضر ہوا تو اُنسے افسوسناک سردمہری کا برتاؤ کیا گیا،

یہ ہے ہماری وہ علمی دلیل جو ہم اپنی زبان کو ہندوستان کی مشترک اور عالمگیر زبان کہنے کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، فردوسی نے سچ کہا ہے،

کہ صد گفتہ چون نیم کردار نیست

دوستو! آؤ آج تمہین ہم ایک بلند ہمت قوم کا قصہ سُناتے ہین، مرہٹی زبان کے بولنے والے

اور سمجھنے والے شاید پونہ سے ناگپور تک ایک کروڑ سے زیادہ ہونگے، لیکن اپنی زبان کی ترقی کیلئے انکی کوششین تمام ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانون سے بھی زیادہ ہین، مسلمان سیاسی معاملات مین ۲۱ کروڑ ہندوؤن کی تعداد سے ڈرتے ہین، لیکن حقیقت مین سوال تعداد کا نہین ہے بلکہ قوت کا ہے، ۷ کروڑ مسلمان اگر ۲۱ کروڑ ہندوؤن کی ہندی زبان کا مقابلہ نہین کرسکتے تو کیا ایک کروڑ مرہٹہ، یا ڈیڑھ کروڑ بنگالیون کی زبان کا مقابلہ کرسکتے ہین؟

ناگپور مین مرہٹی زبان کی انسائیکلوپیڈیا لکھنے کی تحریک کچھ دنون سے شروع ہوئی ہے، مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کا نام "مہاراشٹری دیان نکوپ" تجویز ہوا ہے، ۲۰ جلدین ہونگی، دس ہزار صفحے ہونگے، سو روپیہ قیمت ہوگی، اسکے چیف ایڈیٹر شری دھرونیک ٹیش کیتکر ایم۔ اے، پی، ایچ ڈی، ہین، اسمین دو سو مضمون نگار کام کررہے ہین، ۱۹۲۲ء مین تمام جلدین مکمل ہوجائنگی، اسکے لئے خاص پریس ہے، اسکا ایک لمیٹڈ آفس ہے، جسکا نام "مرہٹی انسائیکلوپیڈیا منڈل آفس لمیٹڈ کراڈک ناگپور" ہے،

ہلیال ملک کرناٹک کا ہمارا ایک پرجوش عزیز جو اردو پر جان دیتا ہے، اس غم وغصہ مین کہ اسکی زبان مین کیون یہ سرمایہ پیدا نہوا، اس نے اردو چھوڑ کر مرہٹی پڑھنی شروع کردی کہ ایسی کشتی پر کیون نہ سوار ہون جس سے اتنا بڑا سمندر قبضہ مین آتا ہے،

اسلامیہ کالج پشاور خواہ کسی نیت سے قائم ہوا ہو لیکن اس سے جو اضطراری فوائد حاصل ہوجائین انکا شکریہ کیون نہ ادا کیا جائے، اس کالج مین ایک مشرقی کتبخانہ کی بھی بنیاد

ڈالی گئی ہی، پشاور مین مولانا غلام جیلانی مرحوم ایک نہایت علم دوست عالم تھے جو اپنی دولت کا کثیر حصہ نادر کتابون کی خرید پر صرف کرتے تھے، ملک عرب کا سفر علاوہ ارادۂ حج کے انہین کتابون کے شوق مین کیا، اور وہان سے متعدد قلمی کتابین اُنکو ہاتھ آئین، مولانائے ممدوح کا انتقال ہوگیا اور انکا یہ نادر کتبخانہ انکی بیوی اور لڑکی کے حصہ مین آیا، جنھون نے نہایت فیاضی سے ان نوادر کو اسلامیہ کالج کے علمی خزانہ مین منتقل کردیا، جزاھم اللہ خیرالجزاء،

ہمارے پاس ان کتابون کے نام اور خصوصیات پر ایک چھوٹا سا مطبوعہ انگریزی کا رسالہ کالج کی طرف سے آیا ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس کالج کی یہ خوش قسمتی تھی کہ یہ سرمایہ اسکی ملکیت مین آسکا، ان کتابون کی عام خصوصیات یہ ہین، (۱) تمامتر قلمی ہین اور اکثر ابتک چھپی نہین، (۲) خود مصنفین یا انکے شاگردون یا انکے معاصرین یا انکے قریب زمانہ کی لکھی ہوئی ہین، (۳) ان مین سے بعض نہایت عمدہ، خوشخط، مطلا اور مذہب ہین (۴) اکثر کتابین تیموریون کے شاہی کتبخانہ کی ہین، بعض کتابین جن مصنفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین وہ حسب ذیل ہین، محمد بن عمران مقدسی، علامۂ جبرنی، اور شیخ عبدالحق دہلوی،

نادر کتابون مین حسب ذیل کتابین خاص وقعت کے لائق ہین (۱) حدیث مین سنن کبیر بیہقی مکتوبہ ۳۶ھ، اسکی دس جلدون مین سے آٹھ جلدین موجود ہین، (۲) فتح الباری ابن حجر ۸۳۳ھ کا لکھا ہوا یعنی خود مصنف کی زندگی کا نسخہ، (۳) زبدۃ الطب، فن طب پر ایک نادر تصنیف ساتوین صدی ہجری کا نسخہ ہے، (۴) سعید بن ہبۃ اللہ کی کتاب الاقناع فلسفہ مین، یہ نہایت قدیم تصنیف ہے ابن سینا اسکا حوالہ دیتا ہے، (۵) امام محمد کی کتاب الزیادۃ، فقہ مین نہایت نایاب کتاب، یہ

نسخہ ۳۳ھ کا لکھا ہے، (۶) علم البحریہ، فن جہاز رانی مین، مکتوبہ ۱۰۰۰ھ (۷) مفاتح الرحموت، فن کیمسٹری پر ایک نایاب نسخہ،

ہندوستان کے اکثر صوبون مین مسلمانون کے کئی کئی اسکول ہین، اگر نہین ہی تو اس صوبہ مین جہان مسلمانون کے سب سے زیادہ لیڈر رہتے ہین یعنی صوبۂ بہار حالانکہ اس صوبہ کے ہر شہر اور ضلع مین ہندوؤن کے اسکول اور کہین کہین کالج ہین، اور اکثر بلا چندہ کے ایک شخص کے یا کسی خاص فرقہ یا ذات کے ہین، بڑے بڑے ضلعون مین کئی کئی اسکول ہین جو گورنمنٹ اسکولون سے بہتر چل رہے ہین، صرف ایک شہر چھپرا مین اُنکے چھہ یا سات اسکول ہین، بانکی پور مین دو تین ہین، چھپرہ کے ایک اسکول مین ۱۲۰۰ لڑکے پڑھتے ہین جنمین ۴۰۰ کے قریب مسلمان ہونگے،

مدت ہوئی کہ سرسید کے زمانہ ہی مین پٹنہ مین ایک اینگلو عربک ہائی اسکول قائم ہوا تھا لیکن اب اسکی حالت مسلمانون کی حقیقت کا آئینہ ہے، یہ دیکھکر چھپرہ کے چند پرجوش مسلمانون نے وہان ایک اسلامیہ اسکول قائم کیا ہے، اور اچھے اسٹاف کے ساتھ چند ماہ سے چل رہا ہے، ۲۷-جنوری ۱۹۱۸ء کو اس اسکول کا افتتاحی جلسہ تھا، جلسہ مین مسٹر مظہر الحق، مسٹر گاندہی، جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی تشریف فرما تھے، یہ خاکسار بھی حاضر تھا مسئلہ تعلیم اور ہندو مسلمانون کے تعلقات کے متعلق ہر صاحب نے اظہار خیال کیا، مسٹر گاندہی نے ہندوؤن اور مسلمانون دونون کے جلسہ مین باہمی محبت اور ایک دوسرے کے میل ملاپ پر زور دیا، واقعہ آرہ پر افسوس کیا، مسلمانان چھپرہ سے امید ہے کہ تمام صوبہ کے ایک اسلامیہ اسکول سے غفلت نہ برتین گے،

مقالات

سلطان ٹیپو کی چند باتین

کچھ چشمدید مشاہدات اور کچھ تاریخی حقایق

اللہ اکبر! سو ڈیڑھ سو برس مین مسلمان کیا سے کیا ہو گئے، ایک زمانہ تھا کہ ہر مسلمان سپاہی فرمانروائی کے لئے پیدا ہوتا تھا، اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے بادشاہ اور سلاطین بھی محکومی اور غلامی کے لئے پیدا ہو رہے ہین، **ابو مسلم** خراسانی ایک شخص تھا جس نے بنو امیہ کی تاریخ کا ورق اُلٹ دیا، **عبدالرحمن** تنہا عباسیون سے بھاگ کر اندلس مین قدم رکھتا ہے اور ڈھائی سو برس کے لئے ایک عظیم الشان حکومت قائم کر دیتا ہے، **یعقوب صفار** ایک ٹھٹھیرا ہاتھ مین تلوار لیکر کھڑا ہوتا ہے تو عباسیون کے دل بادل فوج مین ہلچل پڑ جاتی ہے،

خود ہندوستان مین دیکھو کتنے سپاہی دم کے دم مین تاج و تخت کے مالک بن گئے، غلامون کے نخاس سے چند روپیون مین خرید کر آئے، سپاہیون مین داخل ہوے اور آگے بڑھکر مناصبِ وزارت تک پہنچے اور پھر وہ بادشاہ تھے، تیموریون سے پہلے کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے، تیموریون کے آخر عہد مین ٹونک، بھوپال، رامپور وغیرہ ریاستین انہین مسلمان سپاہیون کی تلوارون کی پیدا کی ہوئی ہین، اور کتنی ریاستین جو اس عہد مین پیدا ہوئین، ناموافق آب و ہوا مین پرورش نہ پا سکین، انہین مین جنوبی ہندوستان کی دو نامور ریاستین کرناٹک اور میسور ہین، کرناٹک تو انگریزون کی دوستی کے باوجود مٹ گیا، لیکن میسور انکی دشمنی کے باوجود ابتک زندہ ہے، لیکن وہ اسلامی ریاست کے بجاے ایک ہندو ریاست ہے، یہ ریاست درحقیقت

پہلے سے ایک ہندو ریاست تھی، سلطان ٹیپو کا باپ حیدر علی ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے اس ریاست کی فوج مین داخل ہوا، چند ہی روز مین غیر معمولی جنگی قابلیت کی بنا پر مناصب مین ترقی کرتا گیا، سپاہیون مین بے انتہا ہر دلعزیزی اسکو حاصل ہو گئی، یہ دیکھکر دیگر ارکان ریاست ڈر گئے اور آخر حیدر علی کی معزولی کی تدبیرین ہونے لگین، لیکن یہ پھندا اُلٹ کر اُنہین کی گردنون مین پڑ گیا، اور راجہ عملاً معزول ہو گیا، حیدر علی نیابتہً اسکی جگہ فرمانروا ہوا،

یہ اٹھارہوین صدی عیسوی کی پُر اسرار تاریخ کے آخری ابواب تھے، اسوقت یورپ کی سرزمین مین نپولین کی آتش فشانی زلزلہ ڈال رہی تھی، انگریز یورپ اور ہندوستان دونون اقلیمون مین فرانسیسیون سے برسرپیکار تھے، حیدر آباد اور کرناٹک نے انگریزون کا اور میسور نے فرانسیسیون کا ساتھ دیا، تاہم وہ وہ معرکہ آرائیان ہوئین کہ اگر قسمت انگریزون کے پرچم پر سایہ افگن نہوتی تو آج ہمکو یونین جیک لہراتا نظر نہ آتا،

بہرحال حیدر علی اور سلطان ٹیپو دونون باپ بیٹون نے بمشکل ۳۵ برس حکومت کی ہوگی لیکن ان ۳۵ برسون مین ہر برس کا ختم کرنا انکے لئے رستم کے ہفتخوان مین سے ایک ایک کو طے کرنا تھا، ایک طرف کرناٹک، دوسری طرف حیدر آباد، تیسری طرف مرہٹے، چوتھی طرف انگریز، ایک بہادر چار پہلوانون سے بیک وقت نبرد آزما تھا، ان مین سے کبھی کبھی کوئی ٹوٹکر ادہر آملتا تھا پھر رشتہ پاکر الگ ہو جاتا تھا، علاوہ ازین داخلی و اندرونی سازشون کے تار الگ بیرونی انگلیون کے اشارون پر حرکت کر رہے تھے،

ان تمام دقتون کے باوجود جن سے ایک بڑی سلطنت بھی بمشکل عہدہ برآ ہو سکتی ہے، حیدر علی اور ٹیپو کیونکر ان پر غالب آسکے، انکی حکومت کی تاریخ پڑھنے سے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ ایسے زمانہ مین جسکا ایک ایک دن اور ایک ایک رات گردش آسمانی کا پورا پورا دورہ تھا کیونکر

اتنے بڑے بڑے انتظامات اور اصلاحات ملک مین رائج کر سکے، صرف انکے جنگی کارنامون
نظر کیجاے تو معلوم ہوگا کہ اُنکا جنگی صیغہ پوری طرح ایک یورپین طریقہ پر قائم تھا، فرانسیسی اُنکی
فوج مین نوکر تھے، اسکے تمام سپاہی جدید قواعد، نئے اسلحہ، اور یورپین نظام سے کامل تھے،
توپون اور بندوقون کے ڈہالنے اور گولی بارود کے بنانے کے کارخانے انھون نے اپنی
ریاست مین قائم کرلئے تھے، اور وہ اس عمدگی سے کام دیتے تھے کہ دوران جنگ مین جو
۳۰ برس برپا رہی کبھی انکو غیرون کا دست نگر ہونا نہ پڑا،

ہندوستان کے پنولین کے براہ راست فرانس کے پنولین سے تعلقات تھے، پنولین
یورپ کی لڑائیان جیت کر مصر تک میدان مارتا چلا آیا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب ہندوستان
کی ترائی مین اُتر آئیگا کہ دفعتہً دونون کے اقبال نے کنارہ کشی شروع کردی، اس موقع پر
ایک خاص واقعہ یاد آگیا،

انگریزون نے سلطان ٹرکی کے پاس ایک سفیر بھیجا تھا کہ وہان سے سلطان ٹیپو کے
نام ایک فرمان لاے کہ وہ فرانسیسیون کا ساتھ چھوڑدے، چنانچہ سلطان کی طرف سے
سفیر مذکور ایک خط لایا جسمین فرانسیسیون کی دغابازی، پنولین کی شرارت، فرنچ لوگون کی
مذہب سے نفرت اور انکا ایک ملحد قوم ہونا، اور سلطان کا انگریزون کو اپنا دوست بتانا، اور ٹیپو کو
ہدایت کہ وہ انگریزون کا دوست بنجائے، اور مصر پر فرانسیسیون کے قبضہ کو اسلام کی عداوت کا
اور ایک بڑے دینی خطرہ کا سبب ظاہر کرنا مفصل بیان کیا ہے، ٹیپو نے بھی اسکا بتفصیل جواب دیا ہے[1]
بہر حال اس نقشہ کو جو خط مین نظر آتا ہے، سامنے رکھکر بساط جنگ کے موجودہ نقشہ کو دیکھو

[1] خاندان میسو کے ایک عالی ہمت نے اپنے خاندان کی ایک ضخیم تاریخ فارسی زبان مین ہندوستانی اور انگریزی مواد سے لکھوائی ہے، اور نہایت اہتمام سے سرکاری طور پر شایع ہوئی ہے، یہ دونون خط بعینہ اس مین درج مین، بڑی تقطیع پر چھپی ہے اسکا نامہ حیدری نام ہے،

تو تاریخی عبرتون کا کتنا عظیم الشان ذخیرہ ایک مورخ کو نظر آتا ہے!

میسور کی اس اسلامی حکومت کا دار السلطنت شہر سرنگاپٹم تھا، سنہ ۱۹۱۲ء مین مجھکو مدراس
ایجوکیشنل کانفرنس کی شرکت کی غرض سے بنگلور جانا پڑا، یہ موقع ایسا تھا جسکو تاریخ کا ایک طالب العلم
ضایع نہین کرسکتا تھا، چنانچہ کانفرنس سے فرصت پاکر میسور، سرنگاپٹم، اور گڑھ آم بور کی مین سیر کی
اور ان مقامات کی بچشم خود زیارت کی جہان ہندوستان کے عظیم الشان انقلابات رونما ہوے تھے،
اس ندی کو عبور کیا جو دکن اور میسور کی حد فاصل تھی، وہ سلسلہ کوہ نظر آیا جسکے دامن مین نیچے
نیچے چل کر ٹیپو کی فوج دفعتہً موقع پاکر پہاڑ کو قطع کرکے کمپنی کی فوج پر بجلی کی طرح گرتی تھی، اور وہ اس
اچانک حملہ سے گھبرا جاتی تھی، ایک پہاڑ چڑہا جو گڑھ آم بور کے قریب تھا جسپر ٹیپو کے جنگی استحکامات کے
نشانات تھے، پتھر کی دو عظیم الشان چٹانین جنکو بجاے خود پہاڑ کہنا چاہیئے اس طرح آکر مل گئی ہین کہ
ایک قلعہ بنگیا تھا، ایک بڑا سوراخ اُنکے دہانہ پر تھا جسمین ایک آدمی سکڑ کر داخل ہوسکتا تھا، اندر
نہایت کشادہ جگہ تھی، بیچ بیچ مین گولی چلانے کے لئے سوراخ تھے،

اسی کے دامن مین وہ عظیم الشان معرکہ پیش آیا ہے جسمین کرناٹک اور حیدرآباد کی قسمت کا
فیصلہ ہوا ہے، یعنی ارکاٹ کے چندا صاحب اور حیدرآباد کے محی الدین خان دونون نے فرانسیسیون کے
ساتھ ملکر انورالدین خان تہامت جنگ نواب ارکاٹ کے خلاف فوجکشی کی، ۱۱ شعبان سنہ ۱۱۶۲ھ
مین فریقین مین معرکہ پیش آیا اور انورالدین خان نے عین میدان مین شہادت پائی اس میدان مین
جہان نواب نے شہادت پائی تھی ایک بڑا چبوترہ بنا ہے، قریب ہی ایک فرسودہ مسجد ہے جسپر
حسب ذیل کتبہ ہے،

میر مقدر عز شانہ، منبع جود و کرم ساخت مسجد بہر طاعت فی المثل بیت الحرم
گفت رضوانم بگو تاریخ این عالی بنا ختم شد از فضل رب مسجد کبیت محترم

۱۱۲۰ ۱۱۲۰

محمد قانع — کتبہ ابوتراب — باہتمام میر محمد حسین عرف سید کریم

یہان سے سرنگاپٹم جانیکا اتفاق ہوا، یہ عجیب موقع پر قلعہ تعمیر ہوا ہے، اکاوری ندی ایک مقام پر آکر دو شاخین پیدا کرتی ہے، کچھ دور کے بعد یہ شاخین ملکر پھر ایک ہوجاتی ہین، بیچ مین اس سے ایک جزیرہ سی زمین بنگئی ہے، اسی زمین مین سرنگاپٹم کا قلعہ بنایا گیا ہے، چارون طرف دریا کا احاطہ ہے، جس وقت مین گیا تھا دریا کی موجین قلعہ کی دیوارون سے آآکر ٹکرا رہی تھین سلطان ٹیپو کے سیاسی تماشے کا آخری کھیل اسی میدان مین کھیلا گیا، کمپنی کی فوج کی گولہ اندازی سے قلعہ کی ایک طرف دیوار مین رخنہ پڑگیا تھا، غدار نوکرون نے دشمن کو اسکی مخفی اطلاع دی، سلطان بیچارہ اسی معرکہ مین ۱۷۹۹ء مین کام آیا،

تمام مدراس مین سلطان ایک ولی کی حیثیت سے مانا جاتا ہے، کوئی اسکا نام نہین لیتا، سلطان شہید کہتے ہین، سلطان شہید، حیدر علی اور سلطان شہید کی مان تینون کی قبرین اسی سرنگاپٹم مین ایک ویران باغ کے اندر ہین، صدر دروازہ پر ایک نقارخانہ ہے، جہان ابتک صبح و شام نقارہ بجتا ہے، روضہ ایک متوسط حیثیت کا بنا ہے، روضہ کا دروازہ چھوٹا ہے، دروازہ کے اوپر اور پہلو مین اشعار کندہ ہین، ابتک مین ایک معمولی سیاح کی حیثیت مین تھا اندر قدم رکھنے کے ساتھ، پہلو بہ پہلو تین قبرین نظر آتی ہین، سلطان شہید، حیدر علی، اور حیدر علی کی بیگم، ٹیپو کی مان، پہلی قبر پر سرخ چادر اور دوسری اور تیسری قبر پر سیاہ چادر پڑی ہے، سامنے قرآن رکھا ہے، سرخ چادر میرے سامنے تاریخ کا خونین صفحہ بنگئی، جذبات مین تلاطم، اور خون مین ہیجان پیدا ہوا آنکھین نم ہوئین اور زبان نے فرخی کے الفاظ مین شیر میسور کے تن خاکی کو خطاب کیا:

خیر شاہا! کہ رسولانِ شہان آمدہ اند — دشمنے[لہ] روے نہادست درین شہر و دیار

لہ یہ مصرع دوسرے شعر کا ہے،

کہ تواند کہ برانگیزد ازین خواب ترا — خفتنی خفتی کز خواب نہ گردی بیدار

خفتنِ بسیار اے خواجہ اخوے تو نبود — ہیچ کس خفتہ ندید است ترا زین کردار

یکدمک بارے درخانہ بنا بایست نشست — تا بدیدندے[لہ] روے تو عزیزان و تبار

بحصار از فزع و بیم تو رفتند شہان — تو تنہا از فزع و بیم کہ رفتی بہ حصار؟

روضہ کے اندر قدم رکھنے کے ساتھ اوپر نگاہ اٹھی تو ان شعرون پر نظر پڑی:

در شاہ ہے کہ شہر الاسلام — باب شبیرے کہ کسر الاصنام

اوست سلطان دین وہم دنیا — بندہ بارگاہ او غلام[عہ]

بسم اللہ الرحمن الرحیم — اللہ محمد ابوبکر عثمان علی

زہے گنبدے کز شکوہ بنا — فلک زیر دستش بود در علو

تو خواہی مہ و خواہ خورشید خوان — فلک داغ گردید از رشک او

بود شمسہ اش نور چشم فلک — قمر یافتہ ضوء تعلیم از و

تراوش کنان بحر رحمت نہ خاک — گروہے ز کروبیان گرد او

سحر گہ پے کسب فیض و شرف — گذشتم ازین خوابگاہِ نکو

چو این مضجع تازہ آمد بچشم — نمودم چو روحانیان جستجو

کہ این شاہ آسودہ را نام چیست — چہ تاریخ رحلت نمود است او

یکے زان میان گفت تاریخ و نام — کہ حیدر علی خان بہادر بگو (۱۱۹۶ھ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ حیدر علی خان کے مرنے کے بعد غالباً سلطان نے خود بنوایا تھا، اور شہادت کے بعد وہ خود بھی یہین دفن کیا گیا، اس بنا پر اسی دروازہ کے

لہ سکتہ قدما کے ہان جائز ہے عہ مشکوک،

داہنی طرف کی دیوار پر یہ شعر بعد کو لکھے گئے ہین:

بسم اللہ الرحمن الرحیم — رب الرحیم السلطان الکریم

ٹیپو سلطان شہید شد ناگاہ — خون خود ریخت فی سبیل اللہ

بود ذیقعدہ بست و ہشتم آن — شدہ در روز شنبہ حشر عیان

ہیر سالش بہ نیم ماہ بگفت — نور اسلام و دین ز دنیا رفت

تاریخ کشتہ گشتن سلطان حیدری — ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد

چو آن مرد میدان نہان شد ز دنیا — یکے گفت تاریخ شمشیر گم شد

روح قدسی بعرش گفت کہ آہ — نسل حیدر شہید اکبر شد

إنْ اخذت مصر کما قد ذکروا — السرنجفتن اخذت وبہا

مصیبۃ ما مثلہا ادخہا — ذہب عز الروم والہند کلہا

سال تاریخ او شہید بگفت — حامیٔ دین شہ زمانہ برفت

عربی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ نپولین نے مصر اور انگریزون نے سرنگاپٹم ایک ہی سال لیا، اس توافق واقعہ کو کیا کہا جاے؟

سرنگاپٹم مین ایک مسجد بھی نظر آئی جو تعمیر کے لحاظ سے متوسط تھی، اور ویران پڑی تھی چند شعر اسکی محراب پر لکھے تھے جنمین سے اول و آخر کے شعر یہ ہین،

گر حضرت سلیمان اندر زمان ماضی — تعمیر کرد مسجد نامش نہاد اقصیٰ

مانند زر چو جویا گشتم برائے تاریخ — طاعت سرائے ثابت ہاتف نمود القا

۱۲۲۵

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ فتح سرنگاپٹم کے بعد بنی ہے،

ؔ ہکذا لا یخفی ما فیہ

تعمیر کے لحاظ سے دو چیزین عجیب نظر آئین، ایک پل اور ایک دولت دریا باغ کی روکار، ایک پتلا سا لنبا پل بنایا گیا ہے جو ہلانے سے ہلتا ہے، دولت دریا باغ ایک عمارت ہے جو طرز تعمیر کے لحاظ سے ہندوانہ ہے، دروازے پست ہین، بلندی بھی کم ہے، کواڑ کہین نہین، مجھکو تو لکڑی کی عمارت معلوم ہوئی، اس عمارت کے سامنے کے رُخ کی پوری دیوار مصور ہے، سلطان کی مختلف حالتون اور معرکون کی تصویرین بنی ہین، کہین جنگ کا مرقع ہے اور سلطان سوار ہے، کہین وہ بزم رقص و سرود مین بیٹھا ہے، کہین جانماز پر بیٹھا تلاوت مین مصروف ہے آخری تصویر جب وہ پالکی پر زخمی ہے لیکن فوج کو بڑھا رہا ہے، ادہر فرانسیسی اور میسور کی ہندوستانی فوج ہی ادہر انگریزی اور ہندوستانی لشکر ہے، اِدہر اُدہر دونون طرف پرا ہے، نمکحرام وزیر ہاتھ تو سلطان کے آگے جوڑے ہے، لیکن آنکھون کا اشارہ دشمنون کی طرف ہی، بڑا دردناک نظارہ ہے،

مدراس کی سرکاری لائبریری مین ایک بڑا پُر درد مرقع دیکھا ہے، لائبریری کے ایک ستون کے پاس ایک گول پتھر پر کچھ مرتع ہے، جسمین یہ نظر آتا ہے کہ ایک طرف کمپنی کے فاتح افسر کھڑے ہین، دوسری طرف سلطان شہید ہے، صلح کی ضمانت مین شہزادون کو ان افسرون کے سپرد کر رہا ہے، پیچھے کچھ بیگمات کھڑی رو رہی ہین، فاعتبروا یا اولی الابصار

(۳)

حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے اپنی چند سالہ حکومت جس پریشان حالی اور آوارہ گردی مین ختم کی اسکی بنا پر یہ امید رکھنا کہ اُنکے نظام سلطنت اور اصلاحات، اور رعایا پروری کے متعلق کوئی مفصل اطلاع مل سکیگی بیکار ہے، تاہم جہان میدان جنگ مین انکی بہادری اور دلیری کے کارنامے ملتے ہین، وہان درباروں مین انکے لطف و احسان اور بے تعصبی اور رحمدلی کے واقعات بھی بکثرت ہین، عام طور سے مشہور ہے کہ یہ دونون نہایت بیرحم، سنگدل، متعصب اور ہندوؤن کے

دشمن تھے، ان زبانی راتیون کی جو بار بار کی تکرار سے واقعہ بنتا جاتا ہے، تاریخی اسناد سے کوئی اصلیت ہنین، لیکن اس زمانہ مین جب تاریخ کا معصوم ہاتھ پالیٹکس کا جھنجی آلہ بن سکتا ہی کوئی بات عجیب ہنین ہمارے ہندو ہموطن جو عالمگیر کے بعد ٹیپو کے نام لینے کے عادی ہین، کبھی پولٹیکل میدان سے نکل کر تاریخ و تحقیق کے میدان مین آئین گے تو اپنے پچھلے بچپن کے خیالات پر اُنہین خود ہنسی آئیگی،

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہندوؤن کو زبردستی مختون کر کے مسلمان بنا لیتے تھے، بمبئی گزیٹیر کی جلد ۲۲ کے حوالہ سے مسٹر آرنلڈ ان بادشاہون کے زبردستی مسلمان کرنیکی تردید کرتے ہین،

”اسی حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے جو ہمارے زمانہ سے بہت قریب گذرے ہین، اس بات مین شہرت حاصل کی کہ انھون نے بہت سے ہندو خاندانون اور ہندو رعایا کے بعض حصون کو زبردستی مسلمان کر لیا، حالانکہ انکا مسلمان ہونا ان بادشاہون کے عہد سے پہلے کا واقعہ ہے، جسکے تاریخی حالات ہم تک مطلق ہنین پہنچے،،

مدراس مین اس واقعہ کی حقیقت ظاہر ہوئی، وہان مجھسے میرے دوستون نے بیان کیا کہ جنوبی ہند اور خصوصاً سواحل کی بیشمار ہندو قومین برہنہ رہنے کی عادی ہین اور اس درجہ جاہل ہین کہ کپڑا پہننا اور بیدین ہونا برابر جانتی ہین، آج بھی سیاح اور مسافر جو ادھر سے گذرتے ہین، دیکھ سکتے ہین کہ جا بجا عورت، مرد، بچے عریانی کے طبعی لباس مین نظر آتے ہین، سلطان شہید نے انکو زبردستی کپڑا پہننے کا حکم دیا تھا، ممکن ہے کہ اس حکم کی سختی سے تعمیل کیگئی ہو اور یہی سبب ہے کہ اب اُنکے بدن پر تار نظر آتا ہے، لیکن غلطی سے وہ یہ سمجھے کہ ہمکو زبردستی کپڑا پہنا دیا گیا اب ہم مسلمان ہو گئے، یہ تاویل معقول ہو یا غیر معقول، لیکن اس مین شک ہنین کہ جس تعصب اور مذہبی عناد کا حیدر علی اور ٹیپو کو دیوتا سمجھا جاتا ہے، اگر ہمارے ہموطن غور سے دیکھین گے تو وہ محبت اور بے تعصبی کا فرشتہ نظر آئیگا، اسکے متعلق اگر ہم کچھ کہین گے تو مذہبی اور قومی طرفداری سمجھی جائیگی، اسلیے ہم

اپنے اس پورے راگ کی تان ان جدید اکتشافات تاریخی پر توڑتے ہین جو ابھی بمبئی کرانکل نے شایع کئے ہین، اور اس سے لیکر ہمارے الہ آبادی معاصر لیڈر (مورخہ ۴ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء) نے انکو چھاپا ہے،

”ٹیپو کی تصویر ہمارے سامنے اس طرح کھینچی گئی ہے کہ وہ ایک سخت متعصب مطلق العنان بادشاہ تھا، جسکو کوئی شے پوری طرح اسقدر خوش ہنین کر سکتی تھی جسقدر ایک غیر مسلمان کا خون، جسکا اگر بس چلتا تو ہندو مذہب کو جنوبی ہند سے معدوم کر دیتا، لیکن اب ہم نے ایسی سندین پائی ہین جنکا تعلق شرینگری مٹھ[1] سے ہے، جو ان باتون کو بیقدر ٹھہراتی ہین جو پہلے مصنفین ہمارے طالبعلمون کو اس موضوع کے متعلق سکھاتے رہے ہین، یہ مراسلات جو شنکراچاریہ کے جانشینون کے مذہبی دفتر اور حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے درمیان ہوئے ہین، اس امر کے مستحق ہین کہ انکو علحدہ چھاپا جاے اور اُنکی توضیح کیجاے، ان مراسلات کی روشنی مین یہ ممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ ضروری ہی ہے کہ ان تعلقات کا ایک صحیح شیشۂ تصویر مین فیصلہ کیا جاے جو مسلمان بادشاہون اور ان ہندو مذہبی رہنماؤن کے درمیان تھے جنکا زمانہ بہت زیادہ ہنین گذرا، ہم ان ہندو مذہبی مقدسین کے شکر گذار ہین، جنھون نے ٹیپو کے ۳۰ خطوط کے جانچنے اور ترجمہ کرنیکی اجازت دی، ان مین سے ہر خط اس قدر و عزت کی شہادت دیتا ہے، جو اس ”مطلق العنان“ بادشاہ کی نظر مین ان مذہبی ہندو رہنماؤن کی تھی، بعض خطوط مین یہ مسلمان بادشاہ ہندو پروہت سے درخواست کرتا ہے کہ اسکی اور اسکی سلطنت کے لئے دعاے خیر کرے اور اسکو برکت دے، یہ تحریری یادداشتین ایک اور لحاظ سے بھی نہایت ہی اہم ہین، یہ نہ صرف اس بات کی مستحکم دلیل بیان کرتی ہین کہ

[1] معارف: ہندوستان سے بودھ مذہب کو مٹا کر ویدک دھرم کو ہندوستان مین جس ہندو معلم نے رواج دیا وہ شنکراچاریہ تھا، اسکے نام سے ہندوستان کے چار گوشون پر چار مٹھ قائم ہین، سرینگر مٹھ جنوبی ہند کا عظیم الشان مذہبی مرکز ہے،

ہندوستان مین ان دونون مذہبون کے پیروؤن کے باہمی تعلقات کم خوشگوار نہ تھے بلکہ یہ بھی کہ ان دونون کے درمیان صلح کی شکست غیر مذہبی اسباب سے ہوتی تھی جو مذہبی سمجھوتون پر سبقت لیجاتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اگر ایک ہندو کسی مسلمان سے متفق نہ تھا تو اسی بنا پر جس بنا پر وہ خود اپنے ہم مذہب سے مختلف تھا! اگر مرہٹون نے مسجدون کو نقصان پہنچایا تو اس وجہ سے نہین کہ وہ مسلمانون کے مذہبی مقامات ہین بلکہ اس بنا پر کہ یہ وہ عمارتین ہین جنکو دشمن عزیز رکھتے ہین، مرہٹون نے ہندوؤن کے مندرون کو بھی اسی زور اور قوت کے ساتھ توڑا جو اُنھون نے مسلمانون کے مقدس مقامات کی بیحرمتی مین ظاہر کی، سترینگری مٹھ کا سوامی، ٹیپو سے مرہٹون کی اس وحشیانہ پن اور سفاکی کی شکایت کرتا ہے جو مٹھ کے لوٹنے مین اُنھون نے دکھائی، اور بادشاہ سے دیوتا کی مورتی کی دوبارہ درستی کے لئے روپیہ اور سامان کی درخواست کرتا ہے جسکو مرہٹون نے توڑ دیا تھا، ٹیپو نہ تو اس درخواست کو ٹھکرا دیتا ہے، اور نہ کافرون کی مذہبی جنگ وجدال پر خوشی ظاہر کرتا ہے، ٹیپو اپنے شاہی جواب مین سنسکرت کا ایک ٹکڑا اقتباساً نقل کرتا ہے:

"وہ تبسم اور ہنسی بوتے ہین لیکن آنسو کاٹینگے"

اور اپنے مسلمان عہدہ دارون کو حکم دیتا ہے کہ وہ نقد اور غلہ کا مٹھ کی دوبارہ تعمیر اور مرمت اور انکے پوجا پاٹ کے لئے سامان کردین"

ہم نے اوپر کہا ہے کہ ہندو قوم جب جوان ہوگی تو مسلمان سلاطین کی نسبت اپنے طفلانہ خیالات پر اسکو خود ہنسی آئیگی، کیا اسکی جوانی کا وقت آپہنچا!

سلسلۂ مکالمات برکلے

ازمولوی عبدالماجد بی۔اے

ا۔ بیشک باصرہ یہ تو نہین بتاتا، تاہم کسی شے پر نظر کرنے سے یہ ہم یقیناً جان جاتے ہین کہ اتنی مسافت طے کرنیکے بعد ہم اس شے تک پہنچ جائینگے، فاصلہ کا اس اندازہ سے کم وبیش ہونا ممکن ہے، تاہم نفس کو فاصلہ کا احساس ضرور ہو جاتا ہے،

ف۔ مجھے تو تحلیل کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت مین ہم اپنے گذشتہ تجربات کی بنا پر محض محسوسات بصری سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہین کہ وقت وحرکت کی فلان مقدار گذرنے کے بعد ہم فلان فلان محسوسات سے دوچار ہونگے، کیا آپکے نزدیک اسکے سوا کچھ اور بھی ہوتا ہے؟

ا۔ نہین میرے نزدیک بھی بس یہی ہوتا ہے،

ف۔ اچھا، اب یہ فرمائیے کہ اگر کسی مادرزاد نابینا کو دفعتہً بینائی حاصل ہو جائے تو اسے تو بصارت سے متعلق کوئی پچھلا تجربہ ہوگا نہین؟

ا۔ ظاہر ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے؟

ف۔ تو لامحالہ وہ اشیاے مرئیہ کے ساتھ مسافت کو وابستہ نہ سمجھیگا بلکہ انہین محض جدید حسیات موجود فی الذہن خیال کریگا،

ا۔ یقیناً۔

ف۔ مین اسے اور زیادہ صاف کئے دیتا ہون، خود مسافت سوا اسکے اور کیا ہے کہ آنکھ سے لیکر ایک خط کھنچا ہوا ہے،

ا۔ جی۔

ف - مگر کیا ایسا خط باصرہ سے نظر آسکتا ہے ؟

ا - ہرگز نہین،

ف - تو معلوم ہوا کہ باصرہ مسافت کا براہِ راست و صحیح ادراک نہین کرتا،

ا - ہان اب تو یہی معلوم ہوتا ہے،

ف - رنگون کی بابت آپکا کیا خیال ہے ؟ وہ فاصلہ پر ہوتے ہین یا نہین ؟

ا - انکا وجود صرف ذہن مین ہوتا ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا،

ف - لیکن باصرہ کو تو لون، شکل، و امتداد کے ساتھ متحد المکان نظر آتا ہے،

ا - بیشک،

ف - پھر جب حس باصرہ کی شہادت دونون کے باب مین بالکل ایک ہے تو آپ یہ کس بنا پر حکم لگاتے ہین کہ شکل کا وجود خارجی ہوتا ہے اور لون کا ذہنی ؟

ا - اس اعتراض کا تو واقعی کوئی جواب مجھے نہین معلوم ہوتا ہے،

ف - اچھا، اب اگر یہ بھی فرض کر لیا جاے کہ ذہن براہِ راست مسافت کا ادراک کرتا ہے تو بھی اس سے یہ نہین نکلتا کہ مسافت کا وجود خارج مین ہے کیونکہ جس شے کا براہ راست ادراک ہو سکتا ہے وہ تصور ہے اور تصور کا وجود ذہن سے خارج کون تسلیم کر سکتا ہے ؟

ا - ہان یہ تو کوئی بھی تسلیم نہین کر سکتا، لیکن یہ آپنے کیا فرمایا کہ جو شے ادراک مین آجاتی ہے وہ تصور ہی ہے تو کیا تصورات کے سوا کوئی اور شے ہمارے علم و ادراک مین آتی ہی نہین

ف - آپکی مراد اگر نتائج سے اسباب کے استنباط و استخراج سے ہے تو ظاہر ہے کہ (یہ معقولات کی بحث ہے) اور اس سے مانحن فیہ کو کوئی تعلق نہین، رہے مدرکات تو اسکا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہین کہ جن چیزون کا آپ حواس کے ذریعہ سے ادراک کرتے ہین وہ

براہِ راست ہی کرتے ہین، یا کسی اور طریقہ پر بھی ممکن ہے؟ اور اگر براہِ راست کسی اور طریقہ پر ممکن نہین تو اسی کا نام تو تصور ہے، اور آپ تو ان حقائق کو اثناے گفتگو مین ایک سے زائد بار تسلیم کر چکے ہین، پھر اب اسوقت کیون اُکھڑے جاتے ہین ؟

ا - بات اصل یہ ہے کہ میرے خیال مین موجودات دو قسم کے ہین، ایک موجودات خارجی یا اشیاے حقیقی جنکا علم تصورات کی وساطت سے ہوتا ہے دوسرے اُنکی تصویرین یا عکس، جنھین تصورات کہتے ہین اور جنکا علم براہِ راست حاصل ہوتا ہے، تصورات کی بابت تو میرا بھی خیال ہے کہ انکا وجود نفس سے خارج نہین ہوتا، لیکن موجودات اول الذکر میرے نزدیک وجود خارجی رکھتے ہین، افسوس ہے کہ اس تفریق کی طرف پیشتر میرا ذہن منتقل نہین ہوا ورنہ گفتگو مین اسقدر طوالت ہونے پاتی،

ف - ان موجودات خارجی کا علم حواس سے ہوتا ہے یا کسی اور ذریعہ سے ؟

ا - حواس ہی کے ذریعہ سے،

ف - مگر کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شے حواس سے دریافت ہو اور اسکا ادراک براہِ راست نہو،

ا - ہان ایک لحاظ سے بیشک ممکن ہے، فرض کیجئے مین اسوقت جولیس سیزر کی تصویر یا بُت کو دیکھ رہا ہون اسکا ادراک بے شبہہ حواس کے ذریعہ سے ہو رہا ہے تاہم اسے ادراک براہِ راست نہ کہا جائیگا

ف - تو آپکا مطلب یہ ہے کہ ہمارے تصورات (اور صرف انہین کا ادراک براہِ راست ہوتا ہے) موجودات خارجی کا عکس ہوتے ہین اور جس حد تک وہ ہمارے تصورات کے مطابق و مشابہ ہوتے ہین، خود بھی حواس ہی کے ذریعہ سے ادراک مین آتے ہین،

ا - ہان میرا یہی منشا ہے،

ف - چنانچہ خود جولیس سیزر کہ بجاے خود غیر مشاہد ہے، حس باصرہ کے ذریعہ سے ادراک مین آتا ہے

اسلئے کہ بقول آپکے موجودات حقیقی بجائے خود غیر مدرک ہوتے ہین مگر حواس کے ذریعہ سے ادراک
ہین آتے ہین،

ا - درست ہے،

ف - اب یہ فرمایئے کہ جولیس سیزر کی تصویر دیکھتے ہین آپکو اس سے زیادہ اور کیا نظر آتا ہے کہ
چند الوان واشکال ایک خاص ترتیب وتناسب کے ساتھ جمع ہین ؟

ا - اسکے سوا تو اور کچھ نہین،

ف - اور اسی قدر اس شخص کو بھی نظر آئیگا جو جولیس سیزر سے مطلقاً ناواقف ہے ؟

ا - بیشک،

ف - گویا جہانتک بصارت اور اسکے استعمال کا تعلق ہے آپکی اور اسکی دونون کی حالت
بالکل مساوی ویکسان ہے،

ا - بالکل،

ف - پھر یہ فرق کہان سے پیدا ہو جاتا ہے کہ آپکا ذہن معاً شہنشاہ رومہ کے مفہوم کی طرف منتقل
ہوجاتا ہے اور اسکا نہین ہوتا؟ جہانتک مشاہدۂ حسی کا تعلق ہے، آپ تسلیم کر چکے ہین کہ آپ اور
وہ بالکل مساوی ہین، اس سے معلوم یہ ہوا کہ یہ فرق نتیجہ ہے تفاوت عقل وحافظہ کا،

ا - ہان اس سے تو یہی نکلتا ہے،

ف - غرض یہ کہ یہ اس مثال سے نہین ثابت ہوتا کہ کوئی ایسا ادراک بالحواس ممکن ہے جو
ادراک براہ راست نہو اور گو مجھے یہ تسلیم ہے کہ ایک معنی مین ہم ادراک بالحواس کو بالواسطہ بھی کہہ
سکتے ہین، یعنی اس صورت مین کہ جب باہم وابستگی کے تجربات متواتر کی بنا پر ایک ادراک
حسی سے دوسرے حواس کے ادراکات کی جانب معاً ذہن منتقل ہوجاتا ہے، مثلاً جب سڑک پر

گاڑی گذرتی ہے تو گو براہ راست ادراک محض آواز کا ہوتا ہے، تاہم ہمارے تجربہ مین گاڑی اور
اس آواز کے درمیان ایتلاف اور وابستگی کی مثالین اس کثرت سے آچکی ہین کہ ہم معاً یہ سمجھ
لیتے ہین کہ گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ ہے، بااین ہمہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ صحیح معنی
مین ادراک سمعی محض آواز کا ہوتا ہے، گاڑی کا ادراک نہین ہوتا، بلکہ محض گذشتہ تجربہ وعادت
کی بنا پر ذہن اس جانب منتقل ہوجاتا ہے، اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہم لوہے کی ایک دہکتی
ہوئی سلاخ کو دیکھ رہے ہین تو در اصل لوہے کی گرمی وصلابت کا ادراک باصرہ کسی طرح نہین کرتا،
بلکہ باصرہ صرف ایک خاص شکل ورنگ کا ادراک کرتا ہے، اور اس سے بربنائے ایتلاف و
وابستگی، ذہن از خود باقی خصوصیات وصفات کی جانب منتقل ہوجاتا ہے، خلاصہ یہ کہ واقعۃً
اور صحیح معنی مین حواس سے ادراک صرف انہین چیزون کا ہوتا ہے جنکا ادراک اس صورت
مین بھی ہوتا کہ وہ حواس ہمین بالکل پہلی بار عطا کئے گئے ہوتے، باقی رہین دوسری چیزین تو انہین
محض تجربات سابقہ کی بنا پر ذہن از خود پیدا کرلیتا ہے، رہی وہ آپکی مثال سیزر کی تصویر والی
تو اگر آپ اسپر قائم ہین تو آپکو یہ ماننا پڑیگا کہ اشیائے حقیقی یا ہمارے تصورات کی اصلون کا ادراک
حواس سے نہین بلکہ کسی اندرونی روحانی قوت، مثلاً عقل یا حافظہ سے ہوتا ہے، اور اس صورت
مین، مین آپ سے دریافت کرونگا کہ آپکی مزعومہ موجودات حقیقی یا مادّی کے وجود کا کیا ثبوت آپکے
پاس ہے؟ یا کبھی آپنے ان اشیائے موجود فی الخارج کا کبھی مشاہدہ کیا ہے، یا کسی اور کو انہین
مشاہدہ کرتے ہوئے سنا یا اسکے بارہ مین پڑھا ہے ؟

ا - خیر یہ تو آپ طنز کر رہے ہین، لیکن طنز وطعن سے کوئی مسئلہ نہین ثابت ہوسکتا،

ف - حاشا مین طنز نہین کرتا، میرا مقصود تو صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ آپکو ان موجودات
مادّی کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ علم وادراک مین جو کچھ آتا ہے وہ صرف دو ہی طریقون پر آسکتا ہے،

براہِ راست[1]، یعنی حواس کے ذریعہ سے، یا بالواسطہ[2] یعنی عقل و فکر کی وساطت سے، ان مین حواس کو تو آپ خارج ہی کر چکے ہین، لہذا اب اگر موجودات خارجی کا علم ہو سکتا ہے تو صرف عقل ہی کی وساطت سے ہو سکتا ہے، پس یہی براہِ کرم فرمایئے کہ آپ کس عقلی دلیل سے انکے وجود پر یقین رکھتے ہین یا کس ذریعہ سے آپ مجھے یا خود اپنے آپکو انکے وجود کا ثبوت دیسکتے ہین ؟

ا- ایمان کی یہ تو ہے کہ اسکا کوئی ثبوت تو مین بالکل نہین پیش کر سکتا تاہم اتنا تو یقینی ہے کہ انکے وجود کا امکان بہرحال ہے اور جب تک مجھے عدم امکان یا استحالہ نہ نظر آئیگا مین انکے وجود کو تسلیم کرتا رہونگا، اور یا پھر آپ کسی دلیل سے اس امکان کو باطل کرین،

ف- کیا خوب، گویا آپ موجودات خارجی کے وجود کو انکے امکان محض کی بنا پر تسلیم کر رہے ہین، اور بار ثبوت بجاے اپنے میرے سر ڈال رہے ہین! اور پھر اسوقت آپ جس مسئلہ کو بلا دلیل ماننے پر آمادہ ہین، اسکا ابطال تو دوران گفتگو مین آپ بارہا تسلیم کر چکے ہین لیکن خیر مین اس سے بھی قطع نظر کر کے یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ آپکا منشا یہی ہے نہ کہ تصورات کا نفس سے خارج مین کوئی وجود نہین، بلکہ وہ بعض اصلون کی تمامتر نقلین یا عکس ہوتے ہین،

ا- جی بالکل یہی،

ف- تو یہ موجودات خارجی کے مثل و مشابہ ہوتے ہین ؟

ا- ہوتے ہین،

ف- مگر ان موجودات خارجی کی کوئی مستقل و قائم بالذات شکل ہوتی ہے، یا اسمین بھی ہمارے اجسام و آلات حواس ہین تغیرات کے مطابقت مین تغیرات ہوتے ہین،

ا- یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ موجودات خارجی مستقل و ذاتی شکل رکھتے ہین جو ہمارے آلاتِ حواس اور ہماری وضع و ہیئت کے تغیرات سے بالکل بے نیاز ہوتی ہے، ان چیزون کے

تغیرات سے ہمارے تصورات مین بے شبہہ تغیرات ہوتے رہتے ہین لیکن موجودات خارجی کی شکل و ہستی پر ان سے ظاہر ہے کہ کوئی اثر نہین پڑ سکتا،

ف- لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ تصورات جیسی متلوّن و تغیر پذیر چیزین نقل یا عکس ہون مستقل و قائم بالذات چیزون کی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اعراض محسوسہ قد و قامت، شکل، رنگ، وغیرہ جو تمامتر اضافی و اعتباری ہوتے ہین، اور جنمین اختلاف حالات کے ساتھ ہر لحظہ و ہر آن تغیر ہوتا رہتا ہے وہ صحیح تصویر ہو سکین ان موجودات خارجی کی جنکا وجود بالکل مستقل و قائم بالذات ہوتا ہے؟ اور اگر یہ کہیے کہ ہمارے تصورات گوناگون ہین سے صرف ایک تصور انکا عکس صحیح ہوتا ہے، تو سوال یہ ہوتا ہے کہ صحیح کو غلط سے ممتاز کرنے کا معیار کیا ہے؟ اور ہم کس بنا پر ایک کو صحیح قرار دین باقی کو غلط؟

ا- ہان اس اعتراض کا تو واقعی کوئی جواب نہین معلوم ہوتا،

ف- لیکن ابھی ایک بات اور باقی ہے وہ یہ کہ اشیاء مادی بذات خود کیا ہین مدرک یا غیر مدرک ؟

ا- براہ راست و صحیح طور پر تو ادراک صرف تصورات کا ہوتا ہے، اسلئے موجودات مادی بذات خود غیر مدرک ہین انکا ادراک محض تصورات کی وساطت سے ہوتا ہے،

ف- گویا تصورات جو نقلین ہین وہ مدرک ہین، اور جو انکی اصلین ہین وہ غیر مدرک ہین،

ا- جی ہان،

ف- لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ کسی غیر مدرک اصل کی نقل مُدرک ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ رنگ نقل ہو کسی غیر مرئی اصل کی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ آواز نقل ہو کسی غیر مسموع اصل کی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی حس یا تصور بجز حس یا تصور کے کسی اور شے کی نقل ہو سکے ؟

ا- نہین ایسا تو غالباً نہین ہو سکتا،

ف- غالباً کیا معنی، کیا ابھی اسمین شک بھی ہے؟ آپکو خود اپنے تصورات کا پورا علم ہے یا نہین ؟

ا- یقیناً پورا علم ہے، اسلئے کہ جو شے علم مین نہین وہ یقیناً تصور نہین بن سکتی،

ف - اچھا تو اب خوب غور کرکے فرمائیے کہ آیا کسی تصور یا تصور کی منقول عنہ کا نفس سے خارج
مین وجود ممکن ہے ؟

ا - مین نے خوب غور کرلیا اور اب مین اپنے اس عقیدہ کا اعتراف کرتا ہون کہ تصور کا منقول عنہ
ہمیشہ تصور ہوگا، اور کسی تصور کا وجود نفس سے خارج مین نہین ہوسکتا،

ف - دیکھئے اب آپکو آپ ہی کے مسلمات کی رُو سے موجودات خارجی کے وجود سے انکار کرنا
پڑا جو مرادف ہے تشکیک کے، اب آپ پکے مشکک ٹھہرے، اور معلوم ہوا کہ آپکے اصول تشکیک
کی طرف لیجانے والے ہین،

ا - مین اسوقت اگر پوری طرح پر قائل نہین تو کم از کم لاجواب ضرور ہوگیا ہون،

ف - کیون پوری طرح قائل ہونے اور تشفی کامل حاصل کرنے مین اب کیا باقی رہ گیا؟ کیا آپکی ہر
دلیل پورے صبر و سکون کے ساتھ نہین سُنی گئی؟ کیا آپکو دلائل پیش کرنے، انکی توضیح و تشریح کرنے
انکے واپس لینے اور از سر نو پورا موقع نہین ملا؟ کیا کوئی مسئلہ پوری جرح اور رد و قدح سے چھوٹ
گیا، کیا آپکی ہر بات پر کامل غور نہین ہوا؟ اور اگر باایں ہمہ اب بھی کوئی نیا خیال، کوئی نیا استدلال
کوئی نئی شہادت، کوئی نئی دلیل آپ پیش فرمانا چاہین تو بے تکلف فرمائیے،

ا - ذرا توقف کیجئے آپنے تو ایسی بھول بھلیان مین مجھے پھنسا دیا کہ فوراً مجھے باہر نکلنے کا
کوئی راستہ نہین ملتا ذرا وقت دیجئے تاکہ مین کافی غور کرسکون،

ف - ذرا سُنیئےگا یہ کیا کالج کی گھنٹی کی آواز ہے؟

ا - ہان نماز کی گھنٹی ہو رہی ہے،

ف - اچھا تو اب ہملوگ بھی چلین اور کل صبح پھر یہین جمع ہون، اسی درمیان مین آپ آج کی گفتگو پر
غور کرتے رہینگا اور دیکھیئےگا کہ کوئی بات رہ تو نہین گئی،

ا - بہتر ہے،

مکالمات دوم

ا - معاف کیجئےگا کہ اس سے قبل حاضر نہ ہوسکا، کل کی گفتگو کی اُدھیڑبُن مین صبح سے دماغ ایسا
مصروف رہا کہ کچھ یاد ہی نہین رہا، اور اسی مین وقت کا بھی بالکل خیال نہ آیا،

ف - خیر تو یہ بڑی خوشی کی بات معلوم ہوئی کہ آپ کل والے مسائل پر اس انہماک کے ساتھ
غور و خوض فرماتے رہے، کہیئے کوئی مغالطہ، کوئی خامی، کوئی سقم نظر آیا؟ اگر نظر آیا ہو تو فرمائیے،

ا - ہان کوشش و کاوش کا تو مین نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا، بلکہ سچ یہ ہے کہ کل سے
آج تک اسکے سوا مین نے اور کچھ کیا نہین، لیکن یہ ساری محنت لاحاصل رہی بلکہ صاف صاف
کیون نہ اعتراف کرون کہ جتنی زیادہ جرح و تنقید کی جتنی زیادہ ژرف نگاہی سے اُنہین جانچا،
اتنی ہی ان مسائل کی صحت و صداقت اور زیادہ میرے دلنشین ہوتی گئی،

ف - یہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ وہ مسائل، انسان کی فطرت سلیم کے عین مطابق ہین،
صداقت اور حسن دونون کی مخصوص علامت یہ ہے کہ انکی جتنی زیادہ جانچ کرو، اتنا ہی انکا کھرا پن
اور زیادہ ثابت ہوگا، اسی طرح ناراستی و تلبیع کی خاص شناخت یہ ہے کہ یہ کبھی امتحان پر پوری
نہین اُترتی، جہان انہین غور کرکے یا قریب جاکر دیکھا فوراً انکا پردہ فاش ہوجاتا ہے،

ا - اسمین کلام نہین، لیکن ایک بات ہے جب تک مقدمات پیش نظر رہتے ہین اُسوقت
تک تو نتائج دیروزہ کی صحت مین مجھے بالکل شبہہ نہین ہوتا لیکن جسوقت وہ ملحوظ نہین رہتے
اسوقت مجھے فلسفہ مروجہ کی تعلیمات اسقدر صاف، صریح و قطعی معلوم ہونے لگتی ہین کہ اُنسے
ہٹنے کو جی نہین چاہتا،

ف - کن تعلیمات سے آپکی مراد ہے،

ا - وہ تعلیم جو حسیات و تصورات کی تکوین سے متعلق ہے،

ف - وہ کیا ہے ذرا بیان تو فرمائیے،

ا - وہ نظریہ یہ ہی کہ دماغ کا ایک خاص حصہ رُوح کا مستقر ہے جہان سے اعصاب نکل کر سارے جسم مین دوڑے ہوئے ہین، مختلف اشیاے خارجی آلات حواس کو مختلف طریقون پر متاثر کرتے ہین، جن سے اعصاب مین تموجات پیدا ہو جاتے ہین، اور یہ تموجات جب اعصاب کی وساطت سے دماغ کے اس حصہ تک پہنچتے ہین جو مستقر ہے روح کا، تو انہین اثرات مختلف کی مطابقت مین مختلف تصورات وجود مین آجاتے ہین،

ف - اور آپکے نزدیک اس بیان سے تکوین تصورات کی توجیہ ہو جاتی ہے؟

ا - ہان کیون؟ کیا آپکو اسمین کچھ کلام ہے؟

ف - خیر، پہلے آپ اپنا مفہوم مجھے اچھی طرح سمجھا دیجئے، آپ فرماتے ہین کہ دماغ مین جو نقوش پیدا ہوتے ہین وہ تکوین تصورات کے اسباب و بواعث ہوتے ہین، مگر ذرا یہ ارشاد ہو کہ دماغ سے آپ کوئی شے محسوس مراد لیتے ہین،

ا - اور کیا آپکے نزدیک اسکے سوا بھی کچھ اور مراد ہو سکتی ہے؟

ف - مگر اشیاے محسوسہ تو سب کی سب براہ راست ادراک مین آجاتی ہین، اور جو شے براہ راست ادراک مین آگئی وہ تصور ہے اور جو تصور ہے اسکا وجود بھی خارجی نہین بلکہ محض ذہنی ہے یہ سب مقدمات تو آپ تسلیم ہی کر چکے ہین،

ا - ہان، اور اب مین کب انسے باہر ہوتا ہون؟

ف - پس لازم آیا کہ دماغ کا وجود بھی محض ذہنی ہے، اب یہ فرمائیے کہ کیا آپکے خیال مین یہ ممکن ہے کہ ایک ذہنی شے یا تصور تمام دیگر تصورات کا باعث ہو؟ اور اگر آپ اسے بھی

ممکن سمجھتے ہین تو یہ فرمائیے کہ خود اس تصور اساسی یا دماغ کی تکوین کہان سے ہوئی؟

ا - مین تصورات کا مبنٰی اس دماغ کو نہین سمجھتا جسکا حس سے ادراک ہوتا ہے اسلئے کہ وہ تو خود ہی تصورات محسوسہ کا ایک مجموعہ ہے بلکہ میری مراد اس دماغ سے ہی جو میرے تخیل مین ہے

ف - لیکن اگر اشیاء مدرکہ کا آپ وجود ذہنی تسلیم کر چکے ہین تو بعینہ یہ بات اشیاء متخیلہ پر بھی صادق آتی ہے،

ا - ہان یہ تو ہے،

ف - تو جب یہ ہے تو آپ پھر اسی پچھلی بات پر قائم رہے، یعنی آپکا دعوے یہ رہا کہ تصورات کی تکوین خود ایک تصویر مین تغیرات ہونے سے ہوتی ہے، خواہ یہ تصور مدرکہ ہو یا متخیلہ،

ا - ابتو مجھے بھی اپنے دعوے کی صحت مین شک ہونے لگا،

ف - دیکھئے جب یہ مسلّم ہے کہ روح کے علاوہ جو کچھ بھی ہمارے علم و فکر مین آتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اگر بقول آپکے تمام تصورات کی علت نقوش دماغ ہوتے ہین تو خود یہ دماغ ایک تصور ہے یا نہین؟ اگر ہے تو اسکے معنی یہ ہوے کہ ایک خاص تصور پر جب دوسرے تصورات منطبع ہوتے ہین تو اس تصویر کی تکوین ہوتی ہے جو بداہتہً مہمل و محال ہے، اور اگر یہ کہیئے کہ دماغ سے تصور ہی نہین ہے تو یہ دعوے ہی سرے سے بے معنی ہوگا،

ا - ہان ابتو مجھے صاف طور پر اپنے دعوی کی لغویت نظر آنے لگی، ایک بالکل بے ٹھکانے سی بات تھی،

ف - خیر، اب اسکو زیادہ اہمیت نہ دیجئے، یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسی توجیہات سے کسی ذی عقل کو تشفی نہین ہو سکتی، بھلا آپ ہی بتایئے کہ اعصاب کے تموج اور رنگ یا آواز کے احساس مین کوئی علاقہ، کوئی مناسبت ہے؟ یہ کسی طرح خیال مین آتا ہے کہ یہ حسیات معلول ہون،

تموج عصبی کے،

ا - مین کیا کہون کہ پہلے مجھے اس خیال کی مہملیت اسقدر کیون نظر نہ آئی؟

ف - بہرحال ابتو آپ اِسکے قائل ہوے کہ اشیارِ محسوسہ کا کوئی وجود حقیقی نہین ہوتا اور گویا آپ پورے متشکک ٹہرے،

ا - ہان ابتو یہی ماننا پڑتا ہے،

ف - مگر دیکھیے کیا آپکو اپنے گرد وپیش ہر شے مین قدرتِ کردگار کا جلوہ نظر نہین آتا؟ یہ لہلہاتا ہوا سبزہ، یہ سرسبز گلزار، یہ شاداب چمن، یہ بہتا ہوا دریا، یہ صاف وروان چشمہ، کیا یہ چیزین آپکے قلب مین فرحت، آنکھون مین نور، اور روح مین وجد نہین پیدا کرتین؟ اور پھر یہ لق ودق صحرا، یہ بلند وبالا پہاڑ، یہ ذخار سمندر، کیا انکے نظارہ سے آپکے دل پر ہیبت ورعب نہین طاری ہوتا؟ یہ صبح کی صباحت، شب کی ملاحت، موسمون کا تغیر وتبدل، ان مین سے ہر چیز کسقدر دلکش ہوتی ہے، اور پھر حُسن وجمال کو بھی جانے دیجیے، یہ دیکھیے کہ ہر شے مین صنعت وحکمت کا جلوہ کیسا نظر آرہا ہے، جمادات، نباتات، حیوانات مین سے جس شے کو بھی اُٹھا لیجیے، ہر شے کی ترکیب ساخت وترتیب مین حکمت بالغہ وصنعت کاملہ کے آثار نظر آئین گے، موجودات ارض سے بھی قطع نظر ذرا عالم بالا کی طرف نگاہ اُٹھائیے تو وہان بھی ہر ہر قدم پر یہی تماشہ نظر آئیگا، یہ سقف نیلگون جسمین جواہرات جڑے ہوے معلوم ہوتے ہین کیسی متخیلہ کو متاثر کرنے والی ہے، یہ آفتاب ماہتاب اور پھر یہ بیشمار ستارے جو دُور سے گو کتنے چھوٹے معلوم ہوتے ہین مگر دُوربین سے دیکھیے تو عظیم الشان کرے ہین، جو اپنے اپنے شمسی المرکز نظامات مین گھوم رہے ہین، غرض یہ سارا کارخانہ کائنات اسقدر وسیع وعظیم الشان ہے کہ نہ حواس اسکی پیمائش کر سکتے ہین اور نہ متخیلہ اسکا احاطہ کر سکتا ہے، لیکن بااین ہمہ اسکا ایک ایک پُرزہ صنعت وحکمت کا جلوہ گاہ ہے، نظم تناسب وترتیب ایک

ایک شے سے عیان ہے، کیا آپکے نزدیک اس عظیم الشان نظام حقیقت کو حقیقت سے معرّیٰ سمجھنا جائز ہوگا، کیا آپکے نزدیک تشکیک کا یہ فتویٰ درست ہے کہ یہ جو کچھ محسوس ہو رہا ہے سب محض ایک فریب یاد ہوکا ہے؟ اور کیا یہ خیال ہر ذیعقل کے نزدیک مہمل ومضحک نہوگا؟

ا - مجھے اس سے بحث نہین کہ کسی کے نزدیک یہ خیال کیسا ہوگا، لیکن آپ تو بہرحال اسے لغو کہہ ہی نہین سکتے، میری تسکین کے لئے یہ کیا کم ہے کہ آپ بھی ویسے ہی متشکک ہین جیسا کہ مین ہون،

ف - اس سے تو جناب مین متفق نہین،

ا - کیا فرمایا آپ نے؟ یعنی مقدمات تو خود آپنے پیش کیے جنھین مین تسلیم کرتا رہا، اور جب اُنسے محالات لازم آنے لگے تو آپ کنارہ کش ہوے جاتے ہین! کیا خوب دیانت ہے!

ف - لیکن یہ صحیح نہین کہ میرے پیش کردہ مقدمات آپکو تشکیک کی جانب مودّی ہوے، یہ تو آپ ہی نے فرمایا تہا کہ اشیاے محسوسہ کا وجود حقیقی ذہن سے خارج اور قائم بالذات ہوتا ہے، اور جو محالات لازم آرہے ہین وہ سب انہین مقدمات کی بنا پر آرہے ہین، اور اسکی بنا پر آپکو تشکیک کا قائل ہونا پڑا ہے، لیکن مین تو سرے سے اس اصول ہی کا قائل نہین ہوا، مین تو ان مقدمات کی بنا پر جنھین آپ تسلیم کر چکے ہین برابر یہ کہتا چلا آرہا ہون کہ اشیاے محسوسہ کا تمامتر وجود ذہنی ہوتا ہے، مین نے انکی واقعیت سے کبھی انکار نہین کیا، مگر چونکہ انکا وجود محض میرے تخیل کا پابند نہین بلکہ میرے ادراک مین آنے نہ آنے سے بالکل قطع نظر کر کے بھی قائم رہتا ہے، اسلئے لامحالہ یہ ماننا پڑیگا کہ کوئی اور نفس یا ذہن موجود ہے جو انکے وجود کا حامل ہے، پس جس حد تک کائنات مادی کا وجود یقینی ہے، اسی حد تک یہ بھی یقینی ہے کہ ایک غیر محدود وواجب الوجود رُوح بھی موجود ہے جو اس کائنات مادی کی حامل ہے (یعنی جب یہ مسلم ہے کہ کائنات کا وجود مشروط ہے کسی نفس یا روح مدرکہ پر اور یہ ظاہر ہے کہ وہ نفس مدرکہ میرا آپکا یا زید وبکر کا نہین، تو لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نفس مدرکہ ایسا ہوگا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا،

یعنی واجب الوجود)

ا- واہ کیا نئی بات آپنے نکالی! اے صاحب اسپر تو صرف میر اکیا معنی، تمام مسیحیون کا تو یہ اعتقاد ہے، اور اکیلے مسیحیون کی کیا تخصیص ہے، ہر خدا پرست اسے مانتا چلا آرہا ہے کہ خدا عالم الغیب وحاوی کل ہے،

ف - کیا آپ نے میرے خیال اور دنیا کے عام اعتقاد کے درمیان ایک دقیق فرق پر غور نہین کیا، لوگ عموماً خدا کے صفات علم وادراک کو اسلئے تسلیم کرتے ہین کہ وہ وجود باری کے پیشتر ہی سے قائل ہوتے ہین، بخلاف اسکے مین وجود باری کا قائل بھی اس دلیل سے ہوتا ہون کہ کائنات مادی کا وجود اسکا مستلزم ہے کہ ذات باری اسکے علم وادراک کے لئے ہو، (گویا دوسرون کے لئے جو دلیل ہے وہ میرے لئے نتیجہ ہے، اور جو دوسرون کے لئے نتیجہ ہے وہ میرے لئے دلیل ہے)

ا- لیکن خیر اس سے کیا بحث؛ جب خیال ایک ہے تو اس سے کیا غرض کہ پیدا کس طریقہ سے ہو

ف- مگر نہین یہ بھی صحیح نہین کہ خیال ایک ہے،، فلاسفہ تو اِس کے قائل ہین کہ خدا اجسام مادی کا ادراک کرتا ہے، تاہم یہ اجسام مادی کسی نفس مدرکہ سے بالکل علحدہ وبے واسطہ ہوکر ایک مستقل وذاتی وجود بھی رکھتے ہین؛ حالانکہ مین اسکا قطعی منکر ہون، اور پھر کیا آپکو ان دو مقولون مین بین وصریح فرق نہین نظر آتا؛

ایک یہ کہ:

ذات باری کا وجود ہے اسلئے وہ تمام اشیاء کا ادراک بھی کرتا ہے،

دوسرا یہ ہے کہ:

اشیاے مدرکہ کا وجود واقعی ہے تو لامحالہ انکے ادراک کے لئے ایک غیر محدود نفس مدرکہ بھی ہونا چاہیے

اس سے یہ ثابت ہوا کہ ایک غیر محدود نفس مدرکہ کا وجود ہے اور یہی خدا ہے،

ابتک فلاسفہ وجود باری پر کائنات کی نظم وصنعت سے استدلال کرتے آئے ہین، وجود باری سے متعلق انکی مستحکم ترین دلیل، عالم کی صنعت وحکمت، حسن وجمال نظم وترتیب رہی ہے لیکن یہ بات آپکے نزدیک کیا کچھ کم ہے کہ اس جدید طریقہ سے خدا کا وجود بدیہی الانتاج ہوجاتا ہے، میرے طرز استدلال کے مطابق ترتیب یون ہوگی:-

(۱) کائنات خارجی نام ہے محسوسات کا بوساطت حواس،

(۲) وساطت حواس سے بجز تصورات کے اور کچھ محسوس نہین ہوسکتا، (گویا کائنات نام ہے مجموعۂ تصورات کا)

(۳) تصورات کا وجود صرف نفس مدرکہ مین ہوسکتا ہے، (اور یہی نفس مدرکہ اولیٰ خدا ہے)

میرے نزدیک تو اس آسان وبدیہی الثبوت دلیل سے، بغیر کسی پیچیدہ وطویل بحث کے اور بغیر مختلف علوم سے کائنات کے نظام وصنعت کی سند لانے کے آپ الحاد کے حملون سے بالکل محفوظ رہ سکتے ہین، اور صرف اس کُھلی ہوئی حقیقت کے سہارے پر کہ بدتر سے بدتر غیر منظم وغیر مرتب کائنات کا وجود بھی نفس مدرکہ کے وجود کا مستلزم ہے، خدا پرستی کی حمایت ہر باطل پرست کے مقابلہ مین نہایت اطمینان کے ساتھ کرسکتے ہین، خواہ آپکے مقابلہ مین کوئی دور وتسلسل کا معتقد ہو، خواہ بخت واتفاق کا قائل ہو، اور خواہ ونینی، ہابس، واسپینوزا کے ہفوات ہون، کیا ان ہادیان ضلالت مین سے کوئی بھی یہ تصور کرسکتا ہے کہ کوئی بد قطع سے بد قطع چٹان، بیابان، نہین بلکہ کوئی انتہائی غیر مرتب، منتشر اجتماع ذرات، غرض کوئی شے واقعی وفرضی بغیر ایک نفس مدرکہ کے

---

۵۱ ونینی، (۱۵۸۵ء تا ۱۶۱۹ء) اٹلی کا ایک غیر معروف فلسفی وحدت وجود کا قائل تھا، اسکا مسلک تھا کہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شے عقلاً تو ثابت ہو لیکن عقیدۃً اسکا تسلیم کرنا ضروری ہو، لوگون نے الحاد کے الزام مین سولی پر چڑھا دیا، ۵۲ ہابس (۱۵۸۸ء تا ۱۶۷۹ء) انگلستان کا زبردست فلسفی، اسکا رجحان مسلک مادیت کی جانب تھا، ۵۳ اسپینوزا (۱۶۳۲ء تا ۱۶۷۷ء) مشہور ومعروف یہودی فیلسوف، ایک زبردست نظام فلسفہ کا بانی اسکا مسلک وحدت وجود ومادیت کے بین بین سمجھا جاتا ہے،

موجود ہو سکتی ہے؟ یہ باطل پرست خود ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے ایمان سے بتائین کہ کبھی بھی وہ ایسے تصور پر قادر ہو سکے ہین! اور اگر نہین ہو سکتے تو اپنی حماقت پر شرمائین، غرض اسطرح بحث کا سارا فیصلہ خود ہمارے مخالفین کے ہاتھ آجاتا ہے، اور مین نہین جانتا اس سے زیادہ کسی شی کے بدیہی ابطلان ہونیکا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جس شے کو واقعتہً وہ تسلیم کرتا ہے اسکے تصور سے اسکا ذہن قاصر ہے،

ف - اسمین شبہہ نہین کہ آپنے جو خیال پیش کیا ہے اس سے مذہب کی زبردست تائید ہوتی ہے، لیکن آپکے نزدیک یہ خیال متاخرین کے اس عقیدہ سے ملتا جلتا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ہر شے خدا مین نظر آتی ہے،

ا- ہان اس مسئلہ کو مین سمجھنا چاہتا ہون ذرا تشریح تو فرمائیے،

ف- انکا قول یہ ہے کہ روح بوجہ غیر مادی ہونے کے موجودات مادی کے براہِ راست ادراک کے ناقابل ہے، اسلئے لامحالہ وہ ہستی ایزدی کی وساطت سے ادراک کرتی ہے، جو چونکہ خود روحانی ہے اسلئے روح کے ادراک مین براہِ راست آہی جاتی ہے، اسکے علاوہ ذات خالق مین تمام مخلوق کے متناسب قوی موجود ہین، اور نفس مدرکہ اسی جوہر یزدانی کا زلہ ربا ہے، اسلئے اسمین بھی لازمی طور پر جملہ اشیاے کائنات کے ادراک کی قابلیت آگئی ہے،

ف، مین نہین سمجھتا کہ تصورات جو تمامتر ایک مجہول و غیر عامل چیز ہین، کیونکر اس ذات باری کا جوہر یا جزو ہو سکتے ہین، جو ایک ہستی لطیف، فعال و ناقابل تجزی ہے، اس نظریہ پر بیسیون اعتراضات وارد ہوتے ہین، لیکن مین اتنے ہی کہنے پر قناعت کرتا ہون کہ جو جو استحالات عام خیال کی بناپر جسکی رو سے کائنات کا وجود نفس مدرکہ سے خارج و غیر متعلق ہے لازم آتے ہین، وہ سب کے سب اس عقیدے سے بھی لازم آتے ہین، اور انکے علاوہ اسمین ایک مزید نقص یہ ہے کہ اسکے بموجب کائنات مادی کا وجود عبث ولاحاصل ٹہر جاتا ہے، ذرا خیال تو فرمایئے کہ ذات باری سے متعلق یہ کتنا بڑا نقص ہے کہ اس نے سارے عالم کو بیکار و عبث پیدا کیا، درآنحالیکہ کائنات کی ادنے سے ادنے شے کی لاحاصل تخلیق یا کسی شے کی تخلیق مین بجائے ممکن العمل آسان طریقون کے دشوار و پیچیدہ وسایط کی وساطت ہی اسکی تنقیص کے لئے کافی ہے،

پاٹلی پتر (پٹنہ) کے کھنڈر

اور

قدیم ہندوؤنکے تمدن پر پارسیون کا اثر

تلخیص: مرزا احسان احمد بی-اے

یونانی اور چینی سیاحون نے پاٹلی پتر کے نام سے ہندوستان کے ایک عظیم الشان شہر کا ذکر کیا ہے، جو ہندوستان کے مشہور "موریہ" خاندان کے راجاؤن کا دارالحکومت تھا، جنکی بدولت بودھ کی اصلاح ہندوستان مین رواج پا سکی، مہابھارت مین بھی انکا بڑا حصہ ہے، یونانی کے سفرا انہین کے دربار مین آئے تھے، انگریز محققین ایک مدت سے اس شہر کی تلاش مین تھے، اب بتحقیق ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پٹنہ ہے، بمبئی کے ایک دولتمند تاجر نے اسکے کھنڈرون کی تحقیقات کے لئے ایک گرانقدر رقم دی ہے، ڈاکٹر اسپونر ایک امریکن عالم اثریات چندسال سے اسکے کھنڈرون کے کھودنے اور تاریخی آثار کے کھوج مین مصروف ہین،

۱۹۱۵ء مین مجھکو ان کھنڈرون کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا، ڈاکٹر اسپونر کی تحقیق ہے کہ موریہ ایک ایرانی خاندان تھا، مہابھارت کے الفاظ اور آثار کے اشارات سے وہ نتیجہ کو ثابت کر رہے ہین، اگر یہ نظریہ واقعات سے ثابت ہو جائے تو ہندوؤن کے قدیم تمدن کی زمین مین دفعتہً بھونچال آجائے اور انکے عظیم الشان گذشتہ کارنامون کا بڑا حصہ ہندوستان سے ایران کو منتقل ہو جائے، افسوس ہے کہ اتنے بڑے علمی مسئلہ کے متعلق جو خود ہمارے ملک مین انجام پا رہا ہے ہمارے ہمزبانون کو کچھ بھی خبر نہین، ایک پارسی فاضل نے جو شمس العلما بھی ہین بمبئی کے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین اس موضوع پر ایک بسیط انگریزی مضمون لکھا ہے، ہمارے ایک عزیز دوست نے ہماری فرمائش سے اسکی اردو مین تلخیص کی محنت گوارا کی،

دیباچہ | ہندوستان کے تمدن پر قدیم ایران نے جو اثر ڈالا ہے وہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جسکی طرف علم الآثار کی دو جدید تحقیقات نے گذشتہ سال سے ہماری توجہ مبذول کردی ہے، پہلی تحقیقات ٹکسالہ کے قدیم شہر میں سر جان مارشل نے کی ہے، اور دوسری پاٹلی پتر (جدید پٹنہ) میں ڈاکٹر ڈی بی اسپونر نے، ہم اس مضمون میں ذیل کے سکون پر علم الآثار یا فن عمارت کے رو سے نہیں بلکہ محض علمی حیثیت سے بحث کرنا چاہتے ہیں،

(۱) پاٹلی پتر کی تاریخ کا مختصر بیان ایرانی نقطۂ خیال سے،

(۲) قدیم ہندوستان پر قدیم ایران کا اثر،

(۳) ایرانی اثر کے متعلق ڈاکٹر اسپونر کی علمی شہادت پر چند علمی ریمارک ایرانی نقطۂ خیال سے،

قبل اسکے کہ ہم ڈاکٹر اسپونر کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوں کہ ہمارا خاص موضوع سخن ہے سر جان مارشل کی تحقیقات کے متعلق مختصر الفاظ میں کچھ کہنا ضروری ہے کیونکہ سر جان نے ٹکسال کے کھنڈروں میں جو "آتشکدہ" دریافت کیا ہے، اس سے قدیم ایران کے اثر پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے،

ٹکسال کے کھنڈر راولپنڈی سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر شاہ دھیری کے دیہات کے قریب کلا کا سرائے کے مقام پر واقع ہیں میں نے ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۱۵ء کو کشمیر سے لوٹتے ہوے ان کھنڈروں کا معائنہ کیا تھا بحیثیت ایک پارسی کے جو چیز میں نے سب سے زیادہ دلچسپی سے دیکھی وہ "جھنڈال کی پہاڑی" تھی، سر جان مارشل نے یہاں ایک عبادتخانہ کھود کر نکالا ہے جسکا نام اُنھوں نے جھنڈال کا عبادتخانہ رکھا ہے اور جسکو وہ پارتھین[1] کے زمانہ کا ایک قدیم فارسی آتشکدہ بتاتے ہیں،

[1] یونان کی ایک قوم کا نام ہے،

پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے سامنے سر جان مارشل نے جو لکچر دیا تھا اسمیں وہ کہتے ہیں کہ "یہ عبادتخانہ ہندوستان کے تمام عبادتخانوں جو ابتک دریافت ہوے ہیں بالکل مختلف ہے، لیکن کسیقدر یونانی عبادتخانہ سے مشابہ ہے، اسکے اندر ایک مینار ہے جسکے اوپر آتشکدہ تھا" اس بنا پر سر جان کا خیال ہے کہ یہ آتش پرستوں کا معبد تھا جسکی تائید اسسے بھی ہوتی ہے کہ یہاں کوئی بت نہیں، میں نے "جھنڈالہ کا عبادتخانہ" جہانتک غور سے دیکھا ہے، نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سر جان نے جو کچھ لکھا ہے، صحیح لکھا ہے اور بے شبہہ یہ ایک قدیم آتش پرستوں کا آتشکدہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اسکی عمارت اصولی حیثیت سے بعض ہمارے جدید آتشکدوں سے مشابہ ہے،

لیکن ایک مسئلہ کے متعلق مجھکو شبہہ ہے، سر جان کا خیال ہے کہ مینار کے اوپر آتشکدہ تھا جسکی وجہ وہ یہ بتلاتے ہیں کہ ایرانی آتشکدے بلند مقامات پر بناتے تھے، بے شبہہ انکا یہ خیال ہیروڈوٹس (جلد اول ۱۳۱) کی سند پر مبنی ہے، لیکن میرے نزدیک ہیروڈوٹس کے ۵۰ برس بعد جسکی طرف سر جان مارشل علم الآثار کی بنا پر عبادتخانہ کو منسوب کرتے ہیں، یہ راے صحیح نہیں قرار پا سکتی، اگر آئندہ تحقیقات کی بنا پر وہ اسکو اور قدیم زمانہ کی طرف مثلاً وہ زمانہ جبکہ دارا نے ایرانیوں کی ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور پنجاب کے اس حصہ سے گذرا تھا منسوب کریں تو ممکن ہے کہ سر جان کی یہ راے زیادہ مستحکم ہو جاے، لیکن میرا مقصود یہ ہے کہ مینار پر ایسی کھلی جگہ پر آگ جلانا اسی وقت ممکن تھا جبکہ آتشکدہ کے اردگرد آتش پرست ہی رہتے، لیکن یہ آزادی اسوقت نہیں نصیب ہو سکتی تھی جبکہ گرد و نواح میں بدھ، برہمن، جین وغیرہ آباد تھے جیسا کہ پارتھین کے زمانہ میں ملک کے اس حصہ کی حالت تھی، اور سر جان مارشل آتشکدہ کو اسی زمانہ سے منسوب کرتے ہیں، اسلئے مینار پر نہیں بلکہ عبادتخانہ کے اندرونی حصہ میں آتشکدہ تھا،

بے شبہہ مینار بھی مذہبی مقصد کے لئے بنا تھا یعنی سورج، چاند اور پانی وغیرہ کی مدح سرائی کیلئے،

پاٹلی پتر اور اسکی تاریخ

یہی وہ مقام ہے جو ہماری خاص توجہ اور دلچسپی کا مستحق ہے، بمبئی مین سب سے پہلے ہماری توجہ اس مسئلہ کی طرف اس تقریب سے مبذول ہوئی کہ ٹائمس آف انڈیا کے ۹- نومبر ۱۹۱۴ء کے نمبر مین ایک لندن کے نامہ نگار کا خط چھپا تھا، جسکا عنوان "ہندوستان مین پارسی حکومت" تھا اور اب ڈاکٹر ڈی - بی اسپونر نے علمی حیثیت سے اس مسئلہ پر بہت زیادہ روشنی ڈالی ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین قدیم ایران نے ہندوستان پر نہایت غیر معمولی اثر ڈالا تھا

قبل اسکے کہ ہم ڈاکٹر اسپونر کے انکشافات اثریہ کا تذکرہ کرین، ذیل کے مسئلون کے متعلق نہایت مختصر طور پر کچھ کہنا چاہتے ہین،

(۱) پاٹلی پتر کے قدیم شہر کی تاریخ،

(۲) پاٹلی پتر کے مستقر کی تعین،

(ج) ان عمارتون کی تعین اور انکشافات اثریہ کا بیان جنکا تذکرہ فاہین اور ہوین سیانگ ایسے قدیم مصنفون نے کیا ہے،

(الف) پاٹلی پتر کے قدیم شہر کی تاریخ

اس قدیم شہر کی تاریخ کا سرچشمہ تمام قدیم شہرون یا ملکون کی طرح افسانہ ہے اور اسکے نام کی وجہ تسمیہ بھی اسی ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے، پاٹلی پتر یعنی جدید پٹنہ میگس تھنیز کا پلی بوتھرا ہے جو تقریباً تین سو برس قبل مسیح چندر گپتا کے زمانۂ حکومت مین سیلیوکس نیکیٹر کا سفیر تھا، یہ گنگا اور سون کے سنگم پر واقع ہے، مگدھ کی قدیم سلطنت کا پایۂ تخت تھا، قدیم زمانہ مین اسکو کسم پور اور پشپا پور بھی کہتے تھے، جسکے معنی "پھولون کا شہر" ہین، اس بنا پر اس شہر کو انڈین فلورنس[1] کہتے ہین،

لفظ "پاٹلی پتر" کے معنی "پاٹلی[2] کا فرزند" ہین، چین کے ایک سیاح ہوئن سیانگ[3] نے اس نام کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے،

دریائے گنگ کے جنوب مین ایک نہایت قدیم شہر ہے، جو اگرچہ مدت ہوئی ویران ہوگیا ہے لیکن ابھی تک اسکے کچھ آثار باقی ہین، شروع زمانہ مین یہان ایک نہایت لائق اور بیدار مغز برہمن رہتا تھا جسکے پاس شاگردون کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا، ایک دن یہ مجمع صحیفۂ قدرت کے مطالعہ کیلئے باہر نکلا، ان مین سے ایک کے چہرہ پر اندرونی پریشانی اور کشاکش کے آثار نمایان تھے، اسکے ساتھیون نے پوچھا کہ کیون اسقدر پریشان ہو، جواب دیا کہ میرا یہ عین شباب ہے اور برسون گذر گئے کہ مین تنہا ادہر ادہر پھر رہا ہون اور ابتک مین نے اپنے فرائض انسانیت انجام نہین دیئے اسلئے میرا دل غمگین ہے،" اسپر اسکے ساتھیون نے مذاق کے طور پر کہا کہ اچھا اب ہم تمہارے لئے ایک حسین دولہن تلاش کرین گے، چنانچہ دو آدمی دولہا کے اور دو آدمی دولہن کے والدین بنے، اور چونکہ وہ لوگ پٹالی کے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اسلئے اسکا نام داماد کا درخت رکہا، گو پھل اور صاف پانی لائے، اور شادی کی تمام رسمین عمل مین آئین، اسکے بعد فرضی دولہن کے باپ نے پھولون کی ایک ٹہنی لاکر طالب العلم کو دی اور کہا کہ یہ تمہاری نہایت عمدہ شریک زندگی ہے، اسکو خوشی سے قبول کرلو، لڑکے نے ٹہنی کو ہاتھ مین لیا تو اسکا دل مسرت سے لبریز ہوگیا، اور اب چونکہ سورج ڈوب رہا تھا لڑکے کے ساتھیون نے واپس چلنے کا ارادہ کیا، لیکن نوجوان طالب العلم عشق سے متاثر ہوکر وہین رہ گیا،

" سورج ڈوبنے کے بعد ایک عجیب وغریب روشنی نے میدان کو منور کردیا اور نہایت لطیف

[1] حاشیہ لفظ انڈین فلورنس صفحہ دیگر) اٹلی کے ایک شہر کا نام ہے جہان مختلف اقسام کے پھول نہایت کثرت سے پیدا ہوتے ہین،
[2] ایک قسم کا پھول ہے، [3] سنہ ۶۲۹ء

نغمے ہوا مین گونجنے لگے، اور تمام زمین فرش سے آراستہ ہوگئی، دفعتہً "ایک نہایت متین ضعیف آدمی آتا ہوا دکھائی دیا جسکے ساتھ ایک بڈھی عورت اور ایک جوان لڑکی تھی، انکے ساتھ ایک نہایت شاندار جلوس تھا، ضعیف آدمی نے لڑکی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "یہ تمہاری بیوی ہے" ایک ہفتہ عیش ونشاط مین گذرا، اسکے بعد وہ شہر مین اپنے اعزہ سے ملنے گیا اور شروع سے آخر تک اپنی سرگذشت بیان کی، لوگون کو سخت حیرت ہوئی اور لڑکے کے ساتھ جنگل مین آئے، جہان انھون نے پہلے پھولے درخت کو ایک عالیشان مکان بنتے ہوے دیکھا نوکر ادہر اُدہر دوڑ رہے تھے، ضعیف آدمی نے ان لوگون کا نہایت جوش کے ساتھ استقبال کیا، اور بہر طرح سے انکی ضیافت کی، اسکے بعد وہ لوگ رخصت ہوگئے اور تمام لوگون سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا،

" ایک سال کے بعد بیوی کے لڑکا پیدا ہوا تو شوہر نے کہا کہ "اب مین واپس جانا چاہتا ہون لیکن تم سے جدا ہونے کی تاب نہین لاسکتا لیکن اگر مین یہان قیام کرون تو آبرو باد کا خوف ہے، بیوی نے اپنے باپ کو اس امر کی اطلاع دی تو اُس نے لڑکے سے مخاطب ہوکر کہا کہ جبکہ عیش وراحت کے اتنے سامان موجود ہین تو تم واپس کیون جاتے ہو، ٹہرو، مین تمہارے لئے ایک مکان بنوا دونگا، چنانچہ نوکرون نے ایک دن سے کم مین مکان تیار کردیا،

" جب کوسم پور کا پرانا دارالسلطنت تبدیل ہوا تو یہ شہر انتخاب کیا گیا اور چونکہ ارواح نے اس قیامگاہ کو تعمیر کیا تھا اسلئے اسکا نام پاٹلی پتر رکھا گیا (یعنی درخت پاٹلی کے لڑکے کا شہر)"

بدھ اور پاٹلی پتر

معلوم ہے کہ اس مقام پر جو بعد کو پاٹلی پتر کے نام سے مشہور ہوا، پہلے ایک چھوٹا سا قریہ تھا جسکا نام پاٹلی یا پاٹلی گرا تھا، یہ گنگا اور سون کے سنگم پر واقع تھا، حضرت مسیح سے چار یا پانسو برس قبل بدھ راجگدھ، سے جاتا ہوا اس مقام سے گذرا تھا جسکے متعلق اس نے کرنل ویڈل کے بیان کے مطابق پیشینگوئی کی تھی کہ یہ ایک دن نہایت عظیم الشان شہر ہوگا لیکن تین خطرون سے

محفوظ نہ رہیگا، آگ، پانی اور اندرونی نزاع، راجہ اجات سترو بمبیسار کا لڑکا جو بدھ کے مرنے سے آٹھ برس قبل تخت سلطنت پر بیٹھا، اسکا پایہ تخت راجگیر (راجگڈھ) تھا، اس نے پاٹلی گرا کو کہ متعدد حکومتون کے درمیان واقع تھا، آیندہ حفاظت کی بنا پر نہایت مستحکم کردیا، یہ مقام تجارتی اور جنگی حیثیتون سے نہایت اہمیت رکھتا تھا،

دالیو پران مین ہے کہ پاٹلی پتر کا اصلی بانی راجہ اجات سترو کا پوتا تھا جس نے سب سے پہلے راجگڈھ سے اپنا دارالسلطنت وہان منتقل کیا،

پاٹلی پتر کی تاریخ چندر گپتا کے زمانہ مین جیسا کہ اسٹرابیو اور ایرین نے میگیس تھنیز کی سند پر بیان کیا ہی

ایک مقام پر اسٹرابیو نے میگیس تھنیز کو ان دروغگویون مین شمار کیا ہے جن سے یونانیون نے ہندوستان کے متعلق بہت کچھ معلومات بہم پہنچائی ہین، اور لکھتا ہے کہ وہ قابل اعتماد نہین، لیکن دوسری جگہ وہ میگس تھنیز کے بیان کو بلاعذر تسلیم کرتا ہوا پیلی بوتھر کے متعلق کہتا ہے کہ اسکی طرز ساخت مربع سے مشابہ ہے، چارون طرف لکڑی کی دیوارین ہین جنمین تیر اندازی کے لئے سوراخ بنے ہوئے ہین، سامنے ایک خندق ہے جو شہر پناہ کا کام دیتی ہے، باشندگان شہر تمام قومون سے ممتاز ترین اور پرسائی کہلاتے ہین،

ایرین

پاٹلی پتر اور ہندوستانیون کے اخلاق وعادات کے متعلق ایرین لکھتا ہے:

" کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی مُردون کی کوئی یادگار قائم نہین کرتے کیونکہ انکا خیال ہے کہ انسان زندگی مین جو نیکیان کرتا ہے وہ اسکا نام زندہ رکھنے کے لئے کافی ہین، لیکن انکے تعمیر کردہ شہرون کی تعداد اسقدر زیادہ ہے کہ انکا صحیح طور پر شمار نہین کیا جاسکتا، ان مین سب سے بڑا شہر پیلم بوتھر ہے جہان پرسائی آباد ہین، میگیس تھنیز کا بیان ہے کہ اس شہر کے چارون طرف دو سو گز چوڑی اور تیس گز گہری ایک خندق تھی اور دیوار کے اوپر ۵۷۰

بینار اور بہادر تے تھے، اور اسی مصنف کا یہ بھی قول ہے کہ تمام ہندوستانی آزاد ہین، ان مین ایک شخص بھی غلام نہین، غیر ملک کے رہنے والون کو بھی وہ غلام نہین بناتے،"

پاٹلی پتر اشوکہ کے زمانہ مین

چندر گپتا کا پوتا اشوک جو حضرت مسیح سے ڈہائی سو برس قبل گذرا ہے اسکے زمانۂ حکومت مین پاٹلی پتر کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تہا، ہندوستان کے اس حصہ مین چونکہ پتھر کم ملتا ہے، اسلئے قدیم زمانہ کی اکثر شاہی عمارتین لکڑی کی ہوتی تہین، سب سے پہلے اشوک نے پتھر کا استعمال شروع کیا، کرنل ویڈل لکھتا ہے کہ اشوک سے قبل شہر کی تمام عمارتین دغیرہ برما اور جاپان کے اکثر موجودہ محلون اور معبدون کی طرح لکڑی کی معلوم ہوتی ہین، اشوک نے دفعۃً ایک انقلاب پیدا کردیا اور عمارتون مین اتنے بڑے بڑے پتھر استعمال کئے کہ آیندہ لوگون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ عمارتین مافوق الفطرت ذرائع سے بنی ہین،"

خاندان اشوکہ کے زوال کے ساتھ اس شہر کا بھی تنزل شروع ہوا، غالباً زوال کے اسباب وہی ہونگے جنکی پیشینگوئی بدھ نے کی تھی، یعنی آگ، پانی اور اندرونی نزاع، پرانی لکڑی کی عمارتین اکثر نذر آتش ہوتی رہی ہون، اور متعدد دریاؤن کے سنگم پر واقع ہونیکی وجہ سے سیلاب سے بھی شہر کو نقصان پہنچتا رہا ہو، تنزل کے زمانہ مین بھی تیسری صدی سے چوتھی صدی عیسوی تک پادشاہان گپتا کا یہ دار السلطنت رہا، جنہین چند بدھ مذہب کے سرپرست تھے،

فاہین کے زمانہ مین اسکی تاریخ

فاہین نے (تقریباً ۳۹۹ - ۴۱۴ قبل مسیح) پاٹلی پتر کا معائنہ کیا تہا وہ لکھتا ہے کہ محلات شاہی وغیرہ جو قدیم زمانہ سے شہر مین موجود ہین، طرز ساخت اور انداز صناعی کے لحاظ سے اسقدر حیرت انگیز ہین کہ انسانی قوت کے نتائج عمل نہین ہوسکتے"، اگرچہ پاٹلی پتر کا زوال شروع ہوچکا تہا لیکن پھر بھی فاہین کے زمانہ مین علم کا مرکز تہا، فاہین نے تین برس پاٹلی پتر مین قیام کیا تہا،

ہوین سیانگ کے زمانہ مین اسکی تاریخ

پاٹلی پتر کی فرضی وجہ تسمیہ کے متعلق ہم اوپر ہوین سیانگ کا بیان نقل کرچکے ہین اس چینی سیاح نے ۶۹۵ء مین شہر کو نہایت خراب حالت مین دیکھا تہا، اسکے زمانہ مین اگرچہ محض قدیم بنیادی دیوارین باقی رہ گئی تہین، لیکن پھر بھی شہر کا دور بارہ چودہ میل سے کم نہ تہا،

مسلمانون کے زمانہ مین اسکی تاریخ

مسلمانون کے زمانہ مین معلوم ہوتا ہے کہ صدیون تک یہ بالکل غیر آباد رہا[1] شیر شاہ پہلا شخص تہا جس نے ۱۵۴۱ء مین بحیثیت دار السلطنت کے قبضہ کیا اور ایک قلعہ بنوایا، اسوقت سے پٹنہ کے جدید نام سے اسکا عروج پھر شروع ہوا اور اب بھی یہ بہار کا پایۂ تخت ہے،

باقی

[1] معارف: ابوریحان بیرونی نے جو سلطان محمود کے زمانہ مین ہندوستان آیا تہا، اس نے اپنی تصنیف کتاب الہند کے فصل جغرافیہ مین "پتلی پتر" اور مونگیر کا ذکر کیا ہے،

باب التربیۃ والتعلیم

یورپ کا جدید طریقۂ تعلیم

ہندوستان مین صرف ایک طریقۂ تعلیم رائج ہے، چند لڑکے ایک چار دیواری کے گرد حلقہ باندھ کے بیٹھ جاتے ہین، بیچ مین استاد ہوتا ہے، اِدہر اُدہر لکہنے کی تختیان، اور پڑھنے کی کتابین ہوتی ہین، طلبار صبح کو آتے ہین اور باواز بلند سبق رٹ کر چلے جاتے ہین، ہندوستان کے مکاتب ومدارس کا قدیم طرز تعلیم یہی تہا، اور اب اسقدر ترقی ہوئی ہے کہ عمارتین بلند و وسیع ہوگئی ہین اور ٹاٹ کے بجاے بنچین اور کرسیان بچھائی جاتی ہین، کسیقدر اصول حفظان صحت کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہین ہوا ہے، لیکن یورپ کی اختراع پسند طبیعتون نے طریقۂ تعلیم مین ہزارون طرح کی جدتین پیدا کردی ہین جنمین اہم اختراعات حسب ذیل ہین،

کہلے مقامات مین تعلیم یورپ کے بعض مدارس مین یہ طریقۂ تعلیم جاری ہے کہ ہفتہ کے چند معین دنون مین طلبار کو مدرسہ کی چار دیواری سے الگ کہلے میدانون مین صرف صحیفۂ فطرت کی تعلیم دیجاتی ہے اور کتاب کے حروف ونقوش سے انکو بے نیاز کردیا جاتا ہے، تاکہ انکے حواس کو غلامی سے آزادی حاصل ہو، انکی عقلون کا بار اتر جائے وہ اپنے ملک کے مشہور ومخفی مقامات سے واقفیت حاصل کرلین،

اس غرض کے لئے جو مقامات منتخب کئے جاتے ہین، اُن مین خاص طور پر یہ لحاظ رکہا جاتا ہے کہ طلبار کے سامنے تمام مظاہر قدرت آجائین تاکہ انکے حواس، تجربہ، قوت فکریہ اور مشاہدہ کو تر و تازگی، شگفتگی اور نشو ونما حاصل ہو،

ربیع وخریف کے زمانہ مین شام کو، گرمیون مین صبح کو اور جاڑے دن مین دن چڑھے طلبار

ان مقامات مین نکل جاتے ہین، اساتذہ ساتھ ساتھ ہوتے ہین، اور طلبار انکے ساتھ مدرسہ سے زیادہ باقاعدگی اور صف بندی کے ساتھ چلتے ہین، قدرت جو کچھ انکو دکہاتی ہے اُسکو دیکہتے ہین اُسپر غور کرتے ہین، اساتذہ جو کچھ بتاتے ہین اُسکو سُنتے جاتے ہین، اور جو کچھ سمجھ مین نہین آتا وہ پوچہتے جاتے ہین، لوٹتے ہین تو ان معلومات کو اپنی یادداشتون مین لکھ لیتے ہین، بعض لڑکے بہت سے مناظر کی تصویرین بھی لے لیتے ہین، اس قسم کے طریقۂ تعلیم کی ایجاد کا سبب یہ ہے کہ مدرسہ کی تعلیم سے طلبار کو صرف معین اور منتخب شدہ معلومات حاصل ہوتی ہین جو انکی زندگی کے تمام عملی مظاہر مین کام نہین آسکتین، اساتذہ جو کچھ طلبار کو سکہاتے ہین وہ ایک مجرد صورت کی شکل مین انکے سامنے آتا ہے، اور اساتذہ کی حیثیت بالکل ایسی ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص سر پر مسلط ہوکے کسی سے کام لیتا ہے، لیکن یہ جدید طریقۂ تعلیم طلبار کے سامنے اشیار کو محسوس صورت مین پیش کرتا ہے، اور دنیا کو اُنکے سامنے اپنی حقیقی صورت مین لا کھڑا کرتا ہے، اسلئے انکو بغیر منطقی مقدمات ودلائل کی گرانباری کے استخراج نتائج کی عادت ہوتی ہے، صناعی طرق تعلیم انکے حواس کو سخت کرتے تھے، اور یہ طریقہ اس مین لچک پیدا کرتا ہے، طالب العلم اسوقت تک کسی چیز کی حقیقت کو نہین سمجھ سکتا جب تک وہ محسوس شکل مین اُسکے سامنے نہ آجائے، اگرچہ تصویر کے ذریعہ سے بھی یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے لیکن اس سے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ خود تمام چیزین اپنی اصلی صورت مین اسکے سامنے کردیجائین، اسطرح جب طلبار ان چیزون کو اپنی آنکھون سے دیکھ لین گے تو انکو کتابی تصویر سے منطبق کرکے اچھی طرح یاد کرسکین گے،

نمائشگاہ اور عجائب خانے بھی اگرچہ طلبار کو اصلی چیزین دکہاتے ہین، لیکن اُس سے بھی بہتر طریقہ یہ ہے کہ طلبار کو ہر چیز خود اُسی جگہ دکہائی جائے جہان وہ پیدا ہوتی ہے، پتھر پہاڑون مین، سبزیان کہیتون مین، اور پھول باغون مین اور ہی عالم رکھتے ہین، اور انکو دیکہکر طلبار یہ

سمجھ سکتے ہین کہ زمین اور انسان مین کس قسم کے تعلقات ہین، اسلئے طلبا اس طریقہ تعلیم سے مستفید
ہوکر مدرسہ سے نکلین گے تو وہ ایک علی انسان ہونگے، انکو اپنے وطن سے محبت ہوگی اور انہین
زندگی بسر کرنا پسند کرینگے، اُنکو ملکی صنعت وحرفت کا شوق پیدا ہوگا، اور زمین کی پیداوار سے گذشتہ
اور موجودہ نسل نے جو فائدے اُٹھائے ہین، انکی محسوس تاریخ اُنکے سامنے آجائیگی، یہ طریقہ تعلیم
عقلی تربیت کے نشوونما کا مزاحم نہین ہے بلکہ اسکو اور بھی ترقی دیتا ہے، عقلی تربیت مین حواس
کی اعانت سے چارہ نہین، اور یہ طریقہ حواس کو بیحد قوی کردیتا ہے، پھولون کی خوشبو سونگھ کر قوت
شامہ ترقی کرتی ہے، جنگل کے پھل چکھ کر مختلف لذتون سے قوت ذائقہ آشنا ہوتی ہے، آبشارون
پانی کے گرنے کی آواز قوت سامعہ پر عمدہ اثر کرتی ہے، غرض ناک، کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤن بھی
اس طریقہ تعلیم سے مستفید ہوتے ہین، اسلئے طلبار کوسون پیدل چل سکتے ہین، کوسون کی چیز دیکھ
سکتے ہین، اور مختلف رنگون مین امتیاز کرسکتے ہین، چھوٹے چھوٹے بچے جو اپنے بڑے بھائیون کے
ساتھ نہین چل سکتے وہ ایک گوشے مین بیٹھکر پھول چننے لگتے ہین، اور انکو گن گن کر اپنے دامن مین
رکھتے جاتے ہین اس طرح انکو حساب کی مزاولت ہوتی ہے، غرض اس طرح طلبا، حساب،
مساحت، علوم طبعی وغیرہ سب کچھ سیکھ سکتے ہین،

طلبار پر اخلاقی حیثیت سے بھی اس طریقہ تعلیم کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے، بہت سے آدمی
انکو کھیتون مین کام کرتے ہوئے نظر آتے ہین، بہت سے لوگ باغبانی مین مشغول ہوتے ہین
بہت سے لوگ کارخانون مین کام کرتے ہین، طلبار ان سبکو دیکھتے ہین، اُنسے ملتے جلتے ہین اور
اُنسے بات چیت کرتے ہین، تو انکو محسوس ہوتا ہے کہ دنیا مین کوئی کام ذلیل نہین، صرف عمل
ہی ایک چیز ہے جو انسان کا بہترین سرمایہ ہے،

تصویر کے ذریعہ سے تعلیم تصویر کے ذریعہ سے تعلیم دینے کا طریقہ سب سے پہلے ایک قدیم عالم آموس

کومینوس (۱۵۹۲ء ـ ۱۶۷۱ء) نے ایجاد کیا، اسکے بعد اسکو بتدریج ترقی ہوئی، اور اب اسقدر
ترقی کرگیا ہے کہ درس کی کوئی کتاب اس سے خالی نظر نہین آتی، اس شغف کو دیکھکر بعض علمانے
یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ طریقہ تعلیم انسان کی قوت فکریہ کو بالکل برباد کردیگا، اور وہ اس قابل نہ رہجائیگا کہ
حقائق مجردہ واشیاے بسیطہ پر غور وفکر کرسکے، لیکن درحقیقت یہ انکی غلطی ہے، یہ طریقہ تعلیم قوت
فکریہ کو ضعیف نہین کرتا بلکہ اسکو اور قوی کرتا ہے، تصویرون کے ذریعہ سے بچپن ہی سے لڑکے
کی قوت حاسہ اور قوت ذہنیہ کو حرکت کرنے کا موقع ملتا ہے، اور عالم اپنے گوناگون مظاہر کے
ساتھ اسکے سامنے آجاتا ہے، اسلئے اسکے قواے فکریہ کے لئے ایک وسیع میدان ملجاتا ہے،
اور صرف سادہ غور وفکر کرنے مین جو وقت صرف ہوتا تھا وہ بچ جاتا ہے، چنانچہ اس زمانہ مین جو
عام عقلی بیداری پیدا ہوگئی ہے وہ اسی طریقہ تعلیم کا نتیجہ ہے، اسلئے ہمارا طریقہ تعلیم صرف یہ ہونا چاہئے کہ
جغرافیہ کو گوناگون مرقع دکھاے، تاریخ وقصص مین صرف قدمار کی متحرک تصویرین نظر آئین، تاریخ
طبعی ایک زندہ نمائشگاہ اور زندہ عجائب خانہ بنجاے، جسمین جانور چلتے پھرتے ہمارے سامنے آئین
نباتات بے حجابانہ اپنا قدرتی حسن دکھائین اور پہاڑون کی چوٹیان، چٹانون کی مرتفع سطح پر
نمایان ہون،

ان قدرتی مظاہر کے علاوہ جو صناعی آلات وادوات اس زمانہ مین ایجاد ہوگئے ہین
اور جنکے ذریعہ سے اس زمانہ کی تمام تمدنی ترقیان ہوئی ہین، وہ طلبار کے سامنے آتے آتے
ایک معمولی چیز بنجاتے ہین اور وہ انکو کوئی عجیب چیز نہین سمجھتا، ہمارے آبار واجداد کل تک
کہربائیت پر ہنستے تھے لیکن آج وہ ہمارے لئے ایک معمولی چیز بنگئی ہے، اسلئے اسکو یہ تمام
چیزین بار بار دکھانی چاہئین تاکہ اسمین الف وعادت کی بنا پر آیندہ ترقیون کی استعداد پیدا ہوجاے،
تصویرون کے ذریعہ سے حساب، جغرافیہ اور صرف ونحو سبکی تعلیم دیجاسکتی ہے، البتہ استاد کا

یہ فرض ہے کہ ان تصویرون کے اندر جو معانی پوشیدہ ہین انکی تشریح کرتا جاے، اگرچہ بعض تصویرین خود بولتی ہین لیکن بہتر یہ ہے کہ خود انکی زبان کھلوائی جائے،

گھرون مین جو سامان، جو اسباب اور جو برتن وغیرہ استعمال کئے جاتے ہین، اول اول طلبار کے سامنے انکی تصویرین پیش کرنی چاہئین تاکہ وہ انکے طریقۂ استعمال سے واقف ہون اسطرح ترقی کرکے ان تمام چیزون کا منظر اُسکو دکھانا چاہئے جو گاؤن مین استعمال کی جاتی ہین، پھر شہرون کے تمام لوازم و اسباب کو اُسکے سامنے کرنا چاہئے تاکہ تمام دنیا بیک نظر اُسکے سامنے آجائے، اور تصویرون کا یہ مرقع اُسکی تعلیم کا قوی ترین سبب بنجائے،

خانگی تربیت صحرا مین

سب سے پہلے ڈاکٹر لیٹز نے جرمنی مین جدید طریقے پر چند مدارس قائم کئے جنکو مندرجہ بالا عنوان سے موسوم کیا، اسکے بعد یورپ و امریکہ مین اس طرز پر اور بھی متعدد مدارس قائم ہوے،

ان مدارس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شہرون کی آبادی سے الگ صحرا مین قائم کئے گئے ہین، اور طلبار و اساتذہ مین وہی تعلقات ہین جو باپ بیٹے مین ہونے چاہئین، تمام اساتذہ طلبار کے ساتھ مل جُل کر رہتے ہین، اُنکے ساتھ کھیلتے کودتے ہین، انکے ساتھ کام کرتے ہین تمام کامون مین انکے شریک ہوتے ہین، اور ہر موقع پر انکی رہنمائی و پیشوائی کرتے ہین، ان مدارس مین علی تربیت کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے، طلبا کُھلی ہوا مین رہتے ہین، اور انکے سن و سال کے مطابق اُنسے ورزش کرائی جاتی ہے، چلنے پھرنے، دوڑنے اور دوسری ورزشون کے ساتھ بائسکل کی سواری بھی ورزش مین داخل ہے جسکی تعلیم اگیارہوین سال کی عمر سے شروع ہوتی ہے ان ورزشون کے ساتھ انکو حدادی اور کاشتکاری کے کامون مین بھی لگایا جاتا ہے، جس سے انکے بدن طاقتور ہوتے ہین،

ڈاکٹر لیٹز کے نزدیک طلبار پر ملک کے طبعی مناظر کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے، اسلئے اُنھون نے

جرمنی کے تین مختلف حصون مین اس قسم کے تین مدرسے قائم کئے، ایک بچون کے لئے دوسرا متوسط عمر کے لڑکون کے لئے، تیسرا نوجوانون کے لئے، اس تقسیم کا مقصد یہ تھا کہ ہر عمر کے لڑکے اپنے ہمسن بچون کے ساتھ اپنی شخصی خصوصیات کو ترقی دین اور شہری مدرسون سے آزاد ہوکر اور ملک کے تنوع و اختلاف سے متاثر ہوکر اپنے سامنے ایک وسیع علی میدان قائم کرین،

ان مدارس مین ۵۰ سے لیکر ۷۰ طلبار تک رہتے ہین، ان طلبا مین دس دس طلبار کی بارہ ٹولیان بنالیگئی ہین اور ہر ٹولی کی نگرانی ایک استاد کے متعلق ہے جو انکے ساتھ اسطرح رہتا ہے جس طرح باپ بچون کے ساتھ، چونکہ طلبار ایک ٹولی سے نکل کر دوسری ٹولی مین اور ایک مدرسہ سے نکل کر دوسرے مدرسہ مین جاتے رہتے ہین، اسلئے انکے تجارب و خیالات مین خود بخود بوقلمونی اور وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے،

ان مدارس مین طلبار کا طرز زندگی ایسے موزون طریقے پر قائم کیا گیا ہے جس سے اُنکے قوائے عقلیہ و طبعیہ کو بالیدگی ہوتی ہے، تمام طلبار صبح چھہ اور سات بجے کے درمیان اپنے اپنے بستر سے اُٹھ بیٹھتے ہین اور غسل و ناشتہ سے فارغ ہوکر فوراً سبق شروع کردیتے ہین بڑے لڑکون کے لئے درس کے پانچ گھنٹے اور چھوٹے بچون کے لئے چار گھنٹے مقرر ہین، اور گھنٹون کی مقدار ۴۵ منٹ مقرر کیگئی ہے، ہر سبق کے بعد تھوڑا سا وقت تفریح کے لئے دیا جاتا ہے، اسکے علاوہ فرصت کے دو اوقات اور ہین جنکی مقدار ۳۰ منٹ ہوتی ہے، گرمیون کے زمانہ مین لڑکے میدان مین دوڑتے ہین اور جاڑون مین برف پر پھسلنا سیکھتے ہین، اور دوسری مین کھانا کھاتے ہین، کھانے کے پہلے بھی لڑکون کو ایک گھنٹہ کا وقت دیا جاتا ہے جسمین وہ اپنے ذاتی کام انجام دیتے ہین، کھانے مین زیادہ تر سبزی اور پھل دیئے جاتے ہین، گوشت منشیات اور دوسرے مصالح دار کھانون سے احتراز کیا جاتا ہے،

تعلیم ظہر کے بعد ختم ہوجاتی ہے، اسکے بعد دو بجے سے ۴ بجے تک عملی کام مثلاً باغبانی
حدادی، نقاشی، اور موسیقی سکھائے جاتے ہین، چار بجے کے بعد عقلی تعلیم شروع ہوتی ہی، لیکن
جہانتک ممکن ہوتا ہی یہ تعلیم بہت کم دیجاتی ہے،

درس و تدریس کا اصلی کام صبح کے اوقات مین ختم ہوجاتا ہے، شام کے وقت چھوٹے
بچون کو صرف ایک گھنٹہ، اور متوسطین کو ڈیڑھ گھنٹہ، اور بڑے لڑکون کو دو گھنٹہ تعلیم دیجاتی ہے
اسکے بعد طلبار ورزش کرکے سات بجے دسترخوان پر چلے جاتے ہین اور تھوڑی دیر آرام کرکے
ایک مشترک ہال مین جمع ہوجاتے ہین، جہان اساتذہ انکو اصول موسیقی کے موافق اشعار
قطعات اور قصص و حکایات سناتے ہین، اور وہ سن و سال کے لحاظ سے اُنسے مسرور ہوتے
ہین، اسکے بعد آٹھ بجے چھوٹے بچے اور نو بجے بڑے لڑکے سو رہتے ہین،

ہر ہفتہ مین تمام طلبار ایک رات شب بیداری کرتے ہین جسمین گانا سنتے ہین، اکثر
اسوقت اساتذہ یا دوسرے ہوا خواہان مدرسہ طلبار کے سامنے لکچر بھی دیتے ہین، چونکہ طلبار کو
وسعت معلومات کے لئے آزادی کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے ہفتہ مین دو دن وہ بالکل آزاد
کردیئے جاتے ہین، اور اسکا بالکل خوف نہین کیا جاتا کہ وہ اپنی آزادی کا غلط و بیجا استعمال
کرینگے، کیونکہ صحرا کی انفرادی زندگی، اساتذہ اور طلبار کے ساتھ باہمی معاشرت، اور پاک و
دلفریب کامون کی کثرت طلبار مین اخلاقی نشاط پیدا کرتی ہی اور اسکے ساتھ انکے ارادون پر بھی
قابو رکھتی ہے،

تعلیم و تربیت کا تمامتر دار و مدار اساتذہ و مربی کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہے لیکن
ان مدارس مین طلبار مین یہ احساس خوف و سزا سے نہین پیدا کیا جاتا، کیونکہ اساتذہ کا روحانی
اثر خود طلبار مین آزادانہ اخلاق کو نشو و نما دیتا ہے،

ان مدارس مین سزائین بالکل نہین دیجاتین، اساتذہ طلبار کی اخلاقی روش کو خود عقل کے
موافق بناتے رہتے ہین اور انکے ساتھ عدل و انصاف کا برتاو کرتے ہین، انھی چیزون کے
فقدان کی بنا پر سزا کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ یہان موجود ہین، اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
طلبار جو کچھ کرتے ہین، بطیب خاطر کرتے ہین، ان پر کسی قسم کا دباؤ نہین پڑتا، اگر کبھی اسکی ضرورت
ہوئی تو سزا روحانی دیجاتی ہے، مثلاً جو طالب العلم اپنی آزادی کا غلط استعمال کرتا ہی تو اسکو
اور پابند کردیا جاتا ہی، جسمانی سزائین جنکو جرم سے کوئی مناسبت نہین ہوتی کبھی نہین دیجاتین

اسی قسم کے طلبار کو یہ مدارس پیدا کرنا چاہتے ہین، انکا یہ مقصد نہین ہے کہ طلبار درجہ
کمال کو پہنچ جائین، بلکہ اُنسے انکی قوت و استعداد کے موافق تدریجی ترقی کی خواہش [illegible]
اگر کسی طالب العلم کی ذہانت اور قوت ارادی اسکو اغلاط سے محفوظ نہین رکھ سکتی تو مدرسہ [illegible]
اس مین اُنسے بچنے کا حوصلہ و نشاط پیدا کرتا ہے، لیکن انکو تکلیف مالا یطاق نہین دیتا

دس سال تک، ان اصولون کا تجربہ کیا گیا ہی اور اس سے بعض خوشنما نتائج
بھی نکلے ہین، اور اب اور ممالک نے اس طریقہ تعلیم کی تقلید کی ہی جسکا اثر مستقبل پر عمدہ پڑیگا،

عبد السلام ندوی،

آثارِ علمیہ و ادبیہ

نامۂ حالی

بنام مولوی حامد نعمانی خلف مولانا شبلی مرحوم

متعلق گزند پاے مولانا ے مرحوم

پانی پت،

عزیزی و شفیقی سلمہم اللہ تعالیٰ

آج تک جو کچھ اخبارات کے حوالہ سے جناب مولانا کے حالات سُنے گئے ہین، اُنسے کچھ تشفی نہین ہوئی، اسلئے ناچار آپکو تکلیف دیتا ہون کہ آپ میرا یہ خط مولانا کو دکھا کر اور جو کچھ وہ اپنا حال لکھوائین اسکو قلمبند کرکے ازراہِ لطف میرے پاس بھیجدین، نیز یہ بھی لکھین کہ بمبئی کے ڈاکٹر رجب علی جو مولانا کو وہان بلاتے ہین وہان جانے کا ارادہ ہے یا نہین،

مین نے جب سے آنکھ بنوائی ہی لکھنا پڑھنا اور خود اخبار وغیرہ کو دیکھنا تقریبًا بالکل چھوڑ دیا ہے کیونکہ ابتک کوئی عینک بنی ہوئی آنکھ پر ٹھیک نہین لگی، اور ڈاکٹر کی تاکید ہی کہ جب تک عینک نہ لگے لکھنے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے اسلئے سوا اشد ضرورت کے خط تک نہین لکھتا، یہی وجہ ہی کہ ابتک صرف اخبارات کے ذریعہ سے مولانا کے حالات سننے پر اکتفا کرتا رہا لیکن چونکہ اخبارون کا بیان متناقض پایا گیا اسواسطے آپکو تکلیف دی گئی ہے،

بہت دن سے ارادہ کر رہا ہون کہ میری پوتی یعنی غلام الثقلین کی اہلیہ جو لکھنو مین ہی اس سے ملنے کو لکھنو آؤن اور وہان سے مولانا کے دیکھنے کو اعظم گڈھ آنے کا بھی قصد ہی مگر ابتک ایسے موانع پیش آتے رہے کہ یہ ارادہ پورا نہین ہو سکا، اگر لکھنو آنا ہوا تو اعظم گڈھ آنے سے پہلے آپکو وہان سے اطلاع دونگا، مولانا کی خدمت مین بصد حسرت دیدار و اشتیاق زیارت سلام و نیاز کہدیجئیگا، والسلام خیر ختام،

[illegible]

خاکسار

الطاف حسین حالی

ادبیات

متاعِ حقگوئی کی بازار جہان مین ارزانی

آپکی طرح مجھے خود بھی ہے اسکا اقرار
قوم کے واسطے لازم ہے گروہ احرار

پاؤن جسکے نہون آزاد گرفتاری سے
دو قدم راہ کا چلنا بھی ہے اسکو دشوار

گر کسی قوم مین آزادی گفتار نہین
اسکے جینے کے بظاہر ہین بہت کم آثار

ٹک دو پاؤن مین رہبر کے جو لغزش دیکھو
کہ نہ ہٹ جاے کہین جادۂ حق سے رفتار

گر کبھی حق کے خلاف اُنسے کوئی بات ہو
برسرِ بزم یہ کہدو کہ غلط ہے گفتار

دل مین جو کچھ ہی وہ بیخوف زبان پر آے
دل کا آئینہ ہو گویا یہ زبانِ اظہار

لیکن افسوس تو اسکا ہے کہ بدبختی سے
اسکا مفہوم ہی کچھ اور ہی اپنا سمجھے احرار

منھ مین جو آے وہ کہدین اسی حق سمجھے ہین
دل سے اسکا نہ یقین ہی نہ عمل سے اقرار

نہ بزرگون کا ادب ہے نہ اکابر کا لحاظ
نہ تخاطُب مین وہ اسلام کا سنجیدہ وقار

قول حق کی جو نصیحت ہی وہ اورون کے لئے
اور اپنا یہ عمل ہے کہ امان اور حذار

دل تہی مایہ ہے لیکن جو زبان کو دیکھو
لفظ لفظ اسکا ہے ہمپایۂ دُرِ شہوار

دوستو دل مین متانت سے ذرا غور کرو
یہ صداقت کا نشان ہی کہ حماقت کا شعار

قوم الفاظ کے عنصر سے نہین بنتی ہے
بلکہ اقوام کے جینے کا ہے معنی پہ مدار

"قول" اُسوقت ہے "ایمان" کا رتبہ پاتا
جبکہ "دل" اور "جوارح" سے ہو اسکا اقرار

"رمزی"

فریاد اکبر

وہ اشعار جو جناب اکبر نے ایڈیٹر معارف کے نام خطوط مین وقتاً فوقتاً لکھے اور جسمین اسکی اہلیہ مرحومہ کی وفات پر اسکو مختلف طریقون سے تسلی کی تلقین کی ہے،

اگرچہ تلخ ملا جام عمر فانی کا ۔۔۔ مگر محل نہین ساقی سے بدگمانی کا

تری زندگی تھی مرگیا، کیون مرگیا ۔۔۔ چرخ نے مجھپر ستم یارب! کیا، کیون کرسکا

واقعات جانگزا کا کیون ہوا ایسا وقوع ۔۔۔ کیون نہ میری آہ سے قانونِ فطرت ڈرسکا

صدیون فلاسفی کی چنان اور چنین رہی ۔۔۔ لیکن خدا کی بات جہان تھی وہین رہی

ساتھی جو تھے رنج و راحت کے اس موت کے ہاتھون چھوٹ گئے ۔۔۔ اب یاس گرائے دیتی ہے سب آس کے سہارے ٹوٹ گئے

مرنے والا مرچکا اور رونے والا روچکا ۔۔۔ واے بر زندگی اگر مقصودِ ہستی ہوچکا

سیر الصحابہ

۱

صحابہؓ کی سوانحِ بیان لکھنے کی حاجت تھی ۔۔۔ کہ ان مین سے ہر اک اخلاق مین عکس پیمبرؐ تھا

چھڑا جب سلسلہ اسکا تو مین بھی آستانے پر ۔۔۔ حضوری کیلئے پہنچا، کہ یہ اک فرض مجھپر تھا

بحمد اللہ کہ انصارؓ و نساءؓ کی دو مجلد کو ۔۔۔ دیا ترتیب مین نے اور ازل سے یہ مقدر تھا

الٰہی! اسکی برکت سے مسلمانون مین پیدا ہو ۔۔۔ وہ دل، وہ دین کہ جو تمغائے اصحابِ مطہرؓ تھا

۲

عنایت گو خدا کی میری حالت پر بہت کچھ ہے ۔۔۔ مگر یہ سب سے بڑھکر ہی جو اب کے اُس نے نعمت دی

مراد اس سے مری تصنیف تاریخِ صحابہؓ ہے ۔۔۔ کہ جو تھے سرگروہِ ساکنانِ علوی و سفلی

یہ وہ عالم ہے جسمین مین تو کیا ہے سب مہر بلب ہین ۔۔۔ اثیرؒ و ابن سعدؒ و بو عمرؒ، ابن حجرؒ، طبریؒ[1]

مگر با این ہمہ توفیق تھی جو شاملِ حالت ۔۔۔ اسی سے اس امانت کے اُٹھا لینے کی ہمت کی

۳

اگر لائق نہ تھے سیرت نگاریِ پیمبرؐ کے ۔۔۔ تو انکی سیرتین لکھین، جو آنحضرتؐ کے پیارے تھے

بظاہر کام ہے چھوٹا، مگر نسبت برابر ہے ۔۔۔ کہ آنحضرتؐ اگر خورشید تھے تو وہ ستارے تھے

۴

سفارش کی ضرورت دین مین دنیا مین ہر جا ہے ۔۔۔ یہی اک بیکسون کی کامیابی کا ذریعہ ہے

الٰہی! اس سراپا معصیت کی پردہ پوشی کر ۔۔۔ کہ وہ دامانِ اصحابِ رسول اللہؐ مین چھپتا ہے

سعید انصاری

دار المصنفین اعظم گڈھ

[1] امام ابن اثیر جزری، امام ابن سعد، امام ابن عبد البر، امام ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن جریر طبری،

مطبوعات جدیدہ

البیان الکافی، فی حکم الخبر التلغرافی، تار کی خبرون پر عید ورمضان کے چاند مین شرعاً اعتبار کیا جاسکتا ہے یا نہین، اسکے جواب مین علماء کا اختلاف ہے، مولوی محمد عبدالحی مرحوم خطیب جامع مسجد رنگون نے شیخ الاسلام قسطنطنیہ، مفتیان مکہ مکرمہ اور علماے ہند سے اسکا استفتا کیا تھا، شیخ الاسلام قسطنطنیہ، مفتی احناف مکہ معظمہ اور علماے ہند مین، دیوبند، دہلی، کانپور، بدایون، ندوۃ العلما لکھنؤ، فرنگی محل لکھنؤ اور پنجاب کے علماے کرام نے اسکے مفصل ومختصر جوابات دیئے، ان مین معتبرین کی تعداد کم اور غیر معتبرین کی تعداد زیادہ تھی، معتبرین وہ حضرات جوان معاملات مین تار کی خبر کو شرعاً معتبر سمجھتے ہین، مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد ادریس صاحب مرحوم نگرامی، مولوی محمد طیب صاحب مرحوم، مولوی عبدالحمید صاحب، مولوی سید علی شاہ صاحب تھے،

مولوی محمد ابراہیم صاحب راندیری خطیب حال جامع رنگون نے تعمیم فائدہ کی غرض سے ان فتون کو جو عدم اعتبار کے مویّد تھے مع اصل عربی وترجمہ اردو شایع کردیا ہے، مقدمہ مین معتبرین کے دلائل کے جوابات دیئے ہین، ہم ان دو فریقون مین سے کسی کی جانب کو مرجح نہین کہہ سکتے، لیکن تحقیق حق کی غرض سے ضرورت تھی کہ اس فریق مخالف کے دلائل بھی اپنی اصل عبارت مین ہمارے سامنے پیش کئے جاتے تاکہ دونون کو سُن کر ہر شخص بہتر فیصلہ کرسکتا، باایں ہمہ مولوی صاحب موصوف کی کوشش قدرشناسی کی مستحق ہے، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت درج نہین،

مصباح النسوان، جناب شاہ منیر عالم صاحب بی۔اے ایل ایل بی منصف بنارس نے عورتون کے مطالعہ کے لائق اپنے چند مذہبی، تاریخی، علمی، اخلاقی، جغرافی اور تعلیمی مضامین کا

مجموعہ ترتیب دیا ہے، اور آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کی طرف سے وہ شایع ہوا ہے، مضامین بے تکلف اور سہل وروان عبارت مین ہین، خواتین کے لئے معلومات کا خاصہ ذخیرہ ہے، اور انکی موجودہ دماغی سطح کے مطابق ہے، شاہ صاحب سے اگر ہم اس سے بلند مجموعہ مضامین کے طالب ہین تو مسلمان خواتین ہند کے دماغی سطح کو پہلے اور بلند کرنا چاہیئے کلموا الناس علی قدر عقولہم لکھائی عمدہ، کاغذ متوسط، قیمت ۸؍

صوفی جنتری ۱۹۱۸ء، پہلے دنیا مین مذاہب انسانون کے لئے تھے، اب بیجانون تک وہ پہنچ گئے ہین، کتابون کا مذہب ہوتا ہے، جنتریون کے خانوادۂ تصوف ہوتے ہین، درویش جنتری کا حال آپ سُن چکے ہین، اب صوفی جنتری کو دیکھیئے، عام صوفیانہ مذاق کی باتین اسمین جمع کیگئی ہین، بزرگون کے عرس، تاریخ وفات اور انکے مزارون کے سادہ نقشے اضافہ کئے گئے ہین، تمام مسلمان اخبارات اور رسالون کی فہرست ہے، کچھ مذہبی مسائل ہین کچھ قواعد اخراج تاریخ ہین، لکھائی چھپائی معمولی، قیمت ۸؍ پنڈی بہاء الدین، گجرات، دفتر صوفی،

سعیدہ، فسانہ نگاری کی ایک نہایت نازک اور لطیف شاخ وہ طریقۂ فسانہ نگاری ہے جسمین انسان کے صحیح جذبات اندرونی کی ترجمانی کیجائے، اردو مین سب سے پہلے ہمارے دوست جناب مولوی عبدالوالی صاحب بی۔اے سابق ایڈیٹر معلومات نے اسکا پہلا نمونہ پیش کیا، اب تلاش عیش کے عنوان سے انکا جو افسانہ کبھی کبھی شایع ہوتا ہے ہم اسکو نہایت شوق سے پڑھتے ہین، ہمارے دوست مولوی عبدالماجد بی اے کا قلم بھی ایک نمونہ پیش کرچکا ہے، اور اب ہمارا ایک تیسرا نوجوان دوست اس میدان مین اُترا ہے اور سعیدہ کے خطوط کے نام سے اپنی کوشش کا پہلا ثمرہ پبلک کے سامنے پیش کرتا ہے، مقدمہ مین وہ ظاہر کرتے ہین کہ فطرت انسانی کی تشریح کے اس سلسلہ کو وہ آیندہ بھی جاری رکھین گے،

زیرعنوان فسانہ چند خطوط کا مجموعہ ہے جنمین بہ ترتیب ایک خاتون اپنی سوانح زندگی بیان کرتی ہے، طفولیت، جوانی، محبت، پہلی شادی، دوسری جبری شادی، فراق، مصائب اور ملاقات پر یہ افسانہ ختم ہوتا ہے، افسانہ کے اکثر باب دلنشین اور موثر ہین، زبان مین صفائی اور شستگی ہے، لیکن مردانہ پن کی کرختگی باقی ہے، ہمارے دوست کا قلم غالباً ابھی عورت کا سوانگ بھرنے مین مشاق نہین ہوا ہے، انکو اسقدر ترقی کرنی چاہیئے کہ انکی کتاب پڑھتے وقت ہم انکی ذکوریت و اناثیت کے مسئلہ کو فراموش کرجائین،

اصل طریقۂ ترجمانی جذبات مین انکی کامیابی مشکوک نہین ہے بلکہ آیندہ کے لئے حوصلہ افزا ہے، منجملہ اور امور کے ایک قابل گرفت یہ امر ہے کہ عبارت اور طرز خطاب مین خطوط اور پھر ہندوستانی عورتون کے خطوط کی شان نہین رہی ہے، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت عہ

پتہ: سید علی یاور محلہ بنگلہ، امروہہ،

فلسفۂ عبادت، مدرسہ الٰہیات کانپور کی طرف سے اس نام کا ایک رسالہ شائع ہوا ہے جسمین اسلامی اور آرین طریقۂ عبادت کا مقابلہ کیا گیا ہے، رسالہ نگار مولانا آزاد سبحانی ہین جنکا قلم ان مباحث مین خاص شہرت حاصل کرچکا ہے، اسلام کی ایک ایک عبادت کی خاص فلسفیانہ تشریح کی ہے، اور آریون کے ہر طریقۂ عبادت سے اسکو بہتر ثابت کیا ہے، آخر مین آریون سے سوالات کا سلسلہ ہے،

صرف ۱/ کا ٹکٹ بھیجکر بلا قیمت ناظم مدرسۂ مذکور سے طلب کیجئے،

مجلد دوم	ماہ جمادی الثانی سنہ ۳۶ھ مطابق مارچ سنہ ۱۹ء	عدد نہم

مضامین